

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

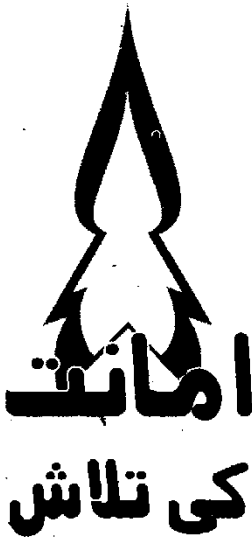
ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



My
Zur

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب _____ امانت کی تلاش
 مؤلف _____ ابو اسعد محمد صدیق
 تیسرا ایڈیشن _____ فروری 2002ء
 کمپوزنگ _____ مکتبہ ناصرہ زین العابدین پلازہ
 پریس مارکیٹ امین پور بازار فیصل آباد
 صفحات _____ 136
 قیمت _____ 45 روپے

ملنے کے پتے

- ✿ مکتبہ ناصرہ زین العابدین پلازہ پریس مارکیٹ امین پور بازار فیصل آباد
- ✿ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار بالقائل شیل پٹرول پمپ کوٹوالی روڈ فیصل آباد
- ✿ مکتبہ دارالرقم پریس مارکیٹ امین پور بازار فیصل آباد
- ✿ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- ✿ اسلامی اکادمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
- ✿ مکتبہ اصحاب الحدیث حسن مارکیٹ اردو بازار لاہور
- ✿ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- ✿ مکتبہ نور حرم 60 نعمان سنٹر گلشن اقبال نمبر 5 کراچی 47
- ✿ دارالعلم 699 آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد

امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ پراتری، پھر انہوں نے
قرآن و سنت سے اس کا حکم بخوبی جان لیا۔ (صحیح بخاری)

امانت کی تلاش

تالیف

ابوالاسعد محمد صدیق حفظہ اللہ

تقدیم

شیخ الحدیث والفقیر

حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ

مکتبہ نور نبوت

گلی نمبر 3 مین بازار شالہ آباد فیصل آباد

فون: 750565

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
7	مقدمہ	1
11	ابتدائیہ	2
19	امانت کی حقیقت و اہمیت	3
21	امانت و دیانت کی اہمیت	4
22	ادائے امانت کا تاکید و حکم	5
26	امانت کے مفہوم کی وسعت	6
27	جان کی نہیں امانت کی فکر	7
31	قدیم زمانہ سے ادائے امانت کا تصور	8
33	امانت کی حفاظت کیلئے حیرت انگیز قربانی	9
35	اولاد بھی امانت	10
39	بیوی بھی امانت	11
42	مشورہ بھی امانت	12
44	رازی کی بات بھی امانت	13
45	حکومتی منصب بھی امانت	14
48	مال غنیمت بھی امانت	15
49	فیصلہ بھی امانت	16
54	امانت عظمت کی ضمانت	17
55	ہر قل اور نجاشی کے دربار میں امانت نبوی ﷺ پر تقریر	18

57	دنیا کے امین اور عرب کی طاہرہ کائنات	19
61	امانت نبوی کا کفار کی طرف سے اعتراف	20
63	یوسف علیہ السلام کی امانت باعث رفعت	21
66	موسیٰ علیہ السلام کی امانت باعث برکت	22
68	امین الامت کا مقام عالی شان	23
73	صحابہ کی امانت پر شہادت نبوی	24
75	ہاجر امانت دار انبیاء کرام کے ساتھ	25
76	امانت دار چرواہے کی قدردانی	26
78	امانت کی حفاظت علم کی علامت	27
79	امانت داری کی بناء پر آقا نے غلام کو داماد بنالیا	28
82	امانت کی فکر ہو تو ایسی	29
85	امانت کو بھی بطور قرض سمجھتے	30
86	لڑکی نے دودھ میں پانی ملا کر خیانت کرنے سے انکار کر دیا	31
90	قاضی شریع کی امانت داری	32
91	امانت دار مزدور کو ترجیح دینا	33
93	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امانت داری	34
95	کمال دیانت داری	35
97	خیانت باعث ہلاکت	36
98	خیانت باعث ندامت	37

101	خیانتِ جنت سے محرومی کا سبب	38
103	میدانِ جہاد میں خیانت کا وبال	39
105	تجارت میں خیانت کی مذمت	40
108	ادائے امانت اور ترک خیانت پر وصیت	41
108	جسم و جان میں خیانت کی سزا	42
111	مجاہدین کی عورتوں سے خیانت کی سزا	43
112	رعایا کے حقوق میں خیانت کرنے والا بادشاہ	44
114	چادر کی خیانت لے ڈوبی	45
115	نبی کے ایک غلام کی خیانت پر موت	46
117	پریشانیوں کے نزول کا سبب امانت کا ضیاع	47
118	نبی کی آنکھ خیانت نہیں کرتی	48
120	قیامت کے دن خیانت خائن کے سر پر	49
123	قیامت کی نشانی امانت کی ویرانی	50
125	مسلمان خائن نہیں ہوتا	51
127	سب سے بڑی خیانت	52
128	نقض عہد بھی خیانت	53
129	امانت کا بارِ عظیم	54
133	امانت کی تلاش	55



مُقَدِّمَةٌ

امانت کو اگر ایک گٹھلی فرض کر لیں تو دین و شریعت کا تناور، پھل دار اور پھول دار درخت اس میں پنہاں ہے، اگر اس کو بیج مان لیں تو دین کا پودا اس سے پھلتا اور پھولتا ہے، گویا کہ دین اپنی کامل ترین صورت میں اس امانت کا ظہور ہے، اور دین کا قیام اور بقا اسی کارہین منت ہے۔ اور انسان کی صفت، امانت میں ہی ہے جس کی بناء پر وہ دین کا مکلف اور حامل ٹھہرا ہے، اگر اس کے اندر صفت امانت نہ ہوتی تو وہ دین کی امانت کے بار کو نہ اٹھا سکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

”ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی ان سب

نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اسے انسان نے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظلوم و جہول ہے (عدل و انصاف کی اہلیت رکھنے کے باوجود ظلم کرتا، اور حصول علم کی استعداد و اہلیت کے باوجود جاہل رہتا ہے)۔“ (احزاب: ۷۲)

گویا امانت ایک ایسا وصف ہے جس کی بناء پر انسان مکلف اور ذمہ دار ٹھہرا ہے اس صفت کی بناء پر احکام دین و شریعت کی پابندی کی اس میں استعداد و

لیاقت یا اہلیت و قابلیت پیدا ہوئی و گرنہ آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوقات اور پہاڑوں جیسی ٹھوس اور مستحکم مخلوق بھی اس کی اہلیت و صلاحیت سے محروم ہے، اور یہ صفت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور جبلت میں رکھ دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

إِنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الأمانة)

امانت انسانوں کے دل کی اصل و بنیاد میں رکھ دی گئی ہے یعنی انسان کا خمیر اس پر اٹھایا گیا ہے اور اس کی اسی اہمیت کی بناء پر قرآن و سنت میں اس کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ حدیث کا اگلا ٹکڑا ہے:

ثُمَّ عَلِّمُوا مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ عَلِّمُوا مِنَ السُّنَّةِ

”پھر انہوں نے اسے قرآن سے جانا اور سیکھا پھر سنت سے اس کو سیکھا“

اس امانت کی برکت اور تاثیر سے اس دنیا کا نظم و نسق قائم ہے جیسے جیسے اس میں کمی اور نقص پیدا ہو رہا ہے تیسیے تیسیے دنیا فنا کی طرف بڑھ رہی ہے اور دنیا میں امن و امان کی بجائے فساد و بگاڑ کا دور دورہ ہو رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے ایک اعرابی نے سوال کیا تھا کہ ”اے حضور اکرم ﷺ! متى الساعة؟“ قیامت کب قائم ہوگی؟“ تو آپ نے جواب میں فرمایا: اِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ”جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا“ اس نے عرض کیا: تَخِيفُ إِضَاعَتَهَا؟ اس کے ضائع کرنے کا مفہوم کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا وَبِئْسَ الْأَمْرُ إِلَىٰ غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

”جب معاملات، عہدے اور مناصب یا ذمہ داری نااہلوں کے سپرد ہونے لگے

تو قیامت کا انتظار کرنا۔“ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب فضل العلم)

آج کل تمام دنیا کے حالات کا جائزہ لے لیں بلکہ سرسری نظر دورائیں

تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی کہ آج دنیا میں بد امنی،

اضطراب اور پریشانی، افراتفری، غارت گری، دہشت گردی، ہر قسم کے ظلم اور

اخلاقی زوال کی بنیاد اسی امانت کا ضیاع ہے، کیونکہ آج کل زندگی کے ہر شعبہ

اور گوشہ میں نااہلوں کا قبضہ ہے، زندگی کے کسی شعبہ پر نظر دوڑائیں اہل افراد

کیا اب بلکہ نایاب ہیں اس لئے دین و دنیا دونوں تباہی کا شکار ہیں ہر جگہ زوال و

انحطاط کا غلبہ بلکہ ”ہمتن داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نیم“ والا معاملہ ہے۔ اس لئے

اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ انسانوں کو امانت کی حقیقت و ماہیت اور زندگی

کے تمام امور میں اس کی عمل داری کی اہمیت و ضرورت سمجھائی جائے کیونکہ

امانت کی عمل داری کے بغیر ہم زندگی کے کسی شعبہ کو بھی صحیح ڈگر پر نہیں چلا سکتے

اور ہماری ہر کل الٹی ہی رہے گی اس کو اگر سیدھا اور درست کرنا مطلوب ہے،

ہمیں امن و امان اور سلامتی کی ضرورت ہے تو ہر جگہ امانت اور امین افراد کو پیدا

کرنا ہوگا اور ان کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کرنا ہوگی۔

اسی ضرورت کے پیش نظر ہمارے رفیق کار اور فاضل دوست مولانا ابو

اسعد محمد صدیق حفظہ اللہ نے امانت کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اس کے مختلف

گوشوں سے نقاب الٹا ہے اور ضرورت ہے کہ اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ اہل قلم اپنی توانائیاں صرف کریں اور ہر جگہ اس کی ضرورت و اہمیت کو ثابت کریں، ہر شعبہ میں ایسے افراد کو آگے لانے کی تحریک اٹھائیں جو امانت اور اہلیت سے متصف ہوں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور قارئین کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق ارزاں فرمائے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ آمین

عبدالعزیز علوی

۱۱ اکتوبر ۱۹۹۷ء





ابتدائیہ

قوم عاد عرب کی قدیم اقوام میں سے تھی، ان کا مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو یمن کا ایک حصہ ہے اور ان کا پایہ تخت شہر حضرموت تھا، یہ قوم دنیا کی مضبوط ترین اور قوی ترین قوم تھی، جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (سورۃ الفجر ۸)

”جن جیسے لوگ دوسرے کسی شہر و ملک میں پیدا نہیں کئے گئے“

اسی لئے یہ قوم کہا کرتی تھی:

مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (حم جودہ: ۱۵) ”ہم سے زور آور کون ہے“

جب اس قوم کے عقائد و اعمال میں بگاڑ پیدا ہوا تو ان کی اصلاح اور ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ (اعراف: ۶۸)

”اے میری قوم! میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں

تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں“

اس مضمون کی اور آیتیں بھی قرآن کریم میں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا داعی بننے کیلئے کسی شخص یا گروہ کے اندر دو صفتوں کا

ہونا از حد ضروری ہے ایک صحیح اور دوسری امانت۔

النَّصِيحُ، إِخْلَاصُ النِّيَّةِ عَنْ شَوَائِبِ الْفَسَادِ فِي الْمُعَامَلَةِ (قرطبی)

إِخْلَاصُ الْعَمَلِ عَنْ شَوَائِبِ الْفَسَادِ (التعريفات، للجرجانی ص ۱۰۶)

”نصح کا مطلب ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کرتے ہوئے اپنی نیت اور عمل کو فساد (یعنی خود غرضی) کی آلائشوں سے پاک رکھنا۔“

النَّصِيحُ: تَحَرُّيْ فِعْلٍ أَوْ قَوْلٍ فِيهِ صَلَاحٌ.

کسی ایک قول یا فعل کا قصد کرنے کو کہتے ہیں جس میں دوسروں کی خیر

خواہی اور بھلائی ہو۔ (مفردات القرآن)

اور نصح سے نصیحت کا لفظ ہے: النَّصِيحَةُ هِيَ الدُّعَاءُ إِلَى مَا فِيهِ

الصَّلَاحُ وَالنَّهْيُ عَمَّا فِيهِ الْفَسَادُ (التعريفات، للجرجانی ص ۱۰۶)

”نصیحت سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو اس طرف دعوت دینا جس میں ان

کے عقائد و اعمال کی صلاح اور درستگی ہو، اور اس جانب سے روکنا جس میں ان

کے عقائد و اعمال کی خرابی ہو۔“

بہر کیف کتاب و سنت کے داعی اور مبلغ کیلئے ضروری ہے کہ اس کے

دل میں اپنے مدعو کیلئے خیر خواہی اور بھلائی کا جذبہ موجود ہو، اور یہ جذبہ اس قدر

بڑھا ہوا ہو کہ یک طرفہ خیر خواہی کی حد تک پہنچ جائے یعنی اگر داعی کو اپنے مدعو

کی طرف سے اذیت اور دکھ بھی پہنچے تب بھی وہ اس کا خیر خواہ بنا رہے، مدعو اگر

اس سے نفرت کرے تب بھی اس کے دل میں اپنے مدعو کے لئے محبت و الفت کا

جذبہ باقی رہے، وہ رد عمل کی روش سے اجتناب کرتے ہوئے اس کی درستی، تمسخر اور استہزاء کا جواب صبر و ضبط سے دے اور اپنا دعوتی مشن جاری رکھے۔

داعی کیلئے دوسری مطلوب چیز امانت ہے داعی کو اپنا دعوتی کام جذبہ امانت کے تحت کرنا چاہئے یعنی اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ دین اس کے پاس بطور امانت تھا، یہ اس کا اپنا سرمایہ نہ تھا بلکہ خود مدعو کا سرمایہ تھا جس کو وہ اس کے حق دار تک پہنچا رہا ہے، مدعو کے اوپر دعوت کا کام کر کے اس نے صرف ایک الہی ذمہ داری کو ادا کیا ہے اس کے سوا کوئی اور حیثیت اس کے عمل کی نہیں ہے۔

اول تا آخر ہر نبی اور رسول کی دعوت اور تبلیغ اسی جذبہ نصیح و امانت کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ہوتی تھی، حضرت محمد ﷺ کی آمد کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ ختم اور نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو جانا تھا، لہذا امت محمدیہ علیہا وعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سونپ دیا گیا اور امت کے علمائے کرام کو انبیاء عظام کا وارث قرار دیا گیا نبی اکرم ﷺ نے اس دین کو نصیحت اور خیر خواہی کا دین قرار دیا اور آپس میں ایک دوسرے کیلئے اس کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ النَّصِيحَةُ (ثَلَاثًا) قُلْنَا لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ :

لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ

(اخرجه مسلم عن تميم الداري، كتاب الايمان، باب بيان أن الدين النصيحة)

”دین، نصیحت (یعنی اپنے دل میں دوسروں کیلئے خلوص اور خیر خواہی کا

جذبہ رکھنے کا نام) ہے، ہم نے عرض کیا، کس کیلئے یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ نے فرمایا ”اللہ کیلئے، اس کی کتاب کیلئے، اس کے رسول کیلئے، مسلمانوں کے امراء کیلئے اور عام لوگوں کیلئے“

بلکہ نبی اکرم ﷺ تو صحابہ کرام سے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نصیح (یعنی خلوص اور خیر خواہی) پر بیعت لیتے تھے جیسا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ
وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة)

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ نماز ہمیشہ ادا کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا“

اس بیعت کے بعد یہ صحابی اتنے پابند رہے کہ ایک دفعہ ان کا ایک غلام ایک گھوڑا تین سو میں خرید لایا، جب پیسے دینے لگے تو خیال ہوا کہ یہ گھوڑا تو زیادہ قیمت کا ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی اپنی ضرورت اور مجبوری کیلئے تھوڑے دام میں فروخت کر رہا ہو لہذا فرمانے لگے:

إِنْ فَرَسَكَ خَيْرٌ مِنْ ثَلَاثِ مِائَةِ بَهَائٍ! تمہارا گھوڑا تو (میری نگاہ

میں) تین سو سے زیادہ کا چلتا ہے ایسا نہ ہو کہ تمہیں نقصان ہو، تم چار سو لے لو،

فَلَمْ يَزَلْ يَزِيدُهُ حَتَّىٰ آعْطَاهُ ثَمَانِ مِائَةٍ اسی طرح بڑھاتے رہے حتیٰ کہ اس

کو آٹھ سو دے دیا۔ (فتح الباری ۱/۱۳۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ قریشی لیڈروں کی بات سن کر فرمایا:

مَا بِي مَا تَقُولُونَ ، مَا جِئْتُكُمْ بِمَا جِئْتُكُمْ بِهِ أَطْلُبُ أَمْوَالَكُمْ
وَلَا الشَّرَفَ فِيكُمْ وَلَا الْمُلْكَ عَلَيْكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ
رَسُولًا وَأَنْزَلَ عَلَيَّ كِتَابًا وَأَمَرَنِي أَنْ أَكُونَ لَكُمْ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ،
فَبَلَّغْتُكُمْ رَسُولَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَإِنْ تَقْبَلُوا مِنِّي مَا جِئْتُكُمْ بِهِ
فَهُوَ حَظُّكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (البداية والنهاية ۲/۵۰)

”مجھے قطعاً حرص نہیں ہے اس چیز کی جو تم پیش کر رہے ہو، میں جو دعوت تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اس کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہے کہ میں مال جمع کرنا چاہتا ہوں یا شرف و عزت کا طالب ہوں یا تم پر حکومت یا اقتدار کا بھوکا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو اپنی کتاب سے نوازا ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں تمہارے غلط نظام زندگی کے عواقب اور نتائج سے آگاہ کروں اور اس دعوت کے قبول کرنے کے نتیجے میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کی خوش خبری دوں، تو میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا (اور پہنچا رہا ہوں) اور تمہاری خیر خواہی پہلے بھی پیش نظر تھی اور آج بھی، اگر تم لوگ اب بھی میری دعوت کو اپنالو تو یہ دنیا اور آخرت دونوں میں تمہاری خوش نصیبی ہوگی۔“

ایک دفعہ قریشی لیڈر اپنے سب سے بڑے سردار ابوطالب کے پاس شکایت کرنے آئے اور یہ سمجھ کر شکایت کرنے آئے تھے کہ ابوطالب اپنا ذاتی اور سیاسی دباؤ ڈال کر دعوت نبوی کو بند کرا دیں گے، اس موقع پر اپنے چچا ابوطالب سے نبی ﷺ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَاعِمٌ لَّوْ وَضَعُوا الشَّمْسُ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرُ فِي سَارِي عَلَى أَنْ أَتْرُكَ هَذَا الْأَمْرَ مَا فَعَلْتُ ، حَتَّى يُظْهِرَهُ اللَّهُ أَوْ أَهْلِكَ دُونَهُ

”اے چچا! اللہ کی قسم، اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند، کہ میں اس دین کی دعوت کو ترک کر دوں تو میں ایسا کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں، میں اپنی دعوت کو اس وقت تک جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا اسی حالت میں مر جاؤں۔“

(لا یجاز فی شمائل السیرۃ ووجوہ الاعجاز ص ۱۰۰)

نبی مکرم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ: وَأَنَا أَمِينٌ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِنِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً ؟

(بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی ابن ابی طالب الی الیمن)

”میں آسمان والے رب کی طرف سے امین بنا کر بھیجا گیا ہوں، میرے پاس صبح وشام احکام آتے ہیں، اور میں انہیں بلا کم وکاست تم تک پہنچانے والا ہوں، اس میں کمی بیشی نہیں کرتا۔“

واقعی نبی اکرم ﷺ نے صبح و امانت کا حق ادا کر دیا کہ جس پر حجۃ الوداع کے موقع پر تمام لوگوں نے گواہی بھی دی، کہ جب آپ نے مجمع عام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَاذَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ ، قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ ، وَأَدَّيْتَ ، وَنَصَحْتَ ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَابَةَ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيُنْكِتُهَا إِلَى النَّاسِ : اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
(مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ)

”اور تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے تو تم لوگ کیا کہو گے؟“
صحابہ نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا اے اللہ! گواہ رہے“
بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے مسلمانوں سے فرمایا:

لِيَبْلَغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبِ

”جو شخص موجود ہے وہ غیر موجود کو میری باتیں پہنچا دے“

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ: رَبِّ مَبْلَغٍ أَوْ عَمَلٍ مِنْ سَامِعٍ)

اسوہ رسول اکرم ﷺ کو مد نظر رکھتے ہوئے صحابہ کرام اور آئمہ عظام نے دعوت و تبلیغ کے مشن کو تحریر و تقریر کی شکل میں جاری رکھا اور آج بھی علماء اسی منہج پر کام کر رہے ہیں، دین حنیف کی اشاعت اور تبلیغ کے سلسلے میں سب

حضرات کی مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ مقبول و منظور فرمائے۔ آمین

امانت و دیانت کی اہمیت سے متعلق یہ مقالہ دراصل ماہ ستمبر (۱۹۹۷ء) میں میرے خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے جن کو ایک مخلص دوست کے مشورہ سے کچھ حکم و اضافہ کے ساتھ افادہ عام کیلئے تحریری شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے اور نصیح و امانت کا تقاضا ہی اس کا محرک ہے۔

میرے لئے یہ امر باعث سعادت ہے کہ محترم و مکرم حضرت شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے میری گزارش پر اس مقالہ کے لئے مقدمہ تحریر فرمایا جو ”الْكَلَامُ مَا قَلَّ وَ ذَلَّ“ کا مصداق اور اس موضوع سے متعلق مکمل دعوت فکر ہے۔ اللّٰهُمَّ زِدْ قِرْدُ

ابو اسعد محمد صدیق

مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

۱۱۲ اکتوبر ۱۹۹۷ء



امانت کی حقیقت و اہمیت



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَنُثْنِي عَلَيْهِ كَمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى
أَفْضَلِ الْبَشَرِ وَخَيْرِ الْأَنَامِ إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ مُحَمَّدٍ الْأَمِينِ وَآلِهِ وَبَارَكَ وَسَلِّمْ ۝ أَمَّا بَعْدُ !

اللہ رب العالمین نے جملہ امور اور تمام معاملات میں ہم سب
مسلمانوں کیلئے اگر کسی شخصیت کو اسوۂ حسنہ اور قابل اتباع قرار دیا ہے تو وہ رحمۃ
للعالمین، خاتم النبیین والمرسلین حضرت محمد رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات
ہے۔ قرآن کریم اسی بات کو اس طرح بیان کرتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورة الاحزاب: ۲۱)

”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے“

خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

۲ (شرح السنہ، مشکوٰۃ المصابیح، بکلی الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات

نفس اس (تعلیم) کے تابع نہ ہو جس کو میں لایا ہوں“

کتاب وسنت کی صراحت کے پیش نظر ہم جب کوئی مسئلہ یا مضمون بیان

کریں تو ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ ہمارے پیارے ہادی

رسول عربی ﷺ نے اس کے متعلق ہماری کیا راہنمائی فرمائی ہے اور اس کو کتنی

اہمیت دی ہے۔

مختلف عناوین اور مضامین کے حوالے سے ہماری تقریر و تحریر جب نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی سیرت سے حاصل ہونے والی روشنی سے مزین اور معنوں ہوگی تو اس کی تاثیر اور تعبیر نا صرف ہماری عملی زندگی میں پیدا ہوگی بلکہ اس کا اثر معاشرے کے تمام افراد کی صلاح و فلاح کیلئے ایسی راہیں ہموار کرے گا کہ جس سے دنیا و آخرت کی کامرانیاں اور کامیابیاں بھی ہمارا مقدر بن جائیں گی۔ ان شاء اللہ



امانت و دیانت کی اہمیت

آج کی مجلس میں امانت و دیانت کی اہمیت و عظمت پیش خدمت کرنا مقصود ہے۔

امانت و دیانت کی عظمت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ یہ دونوں لفظ ایمان اور دین سے ماخوذ ہیں۔ امانت، ایمان سے لیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امانت کا ایمان سے گہرا تعلق ہے۔ اگر آدمی ایمان کا دعویٰ تو رکھتا ہے مگر امانت کی فکر سے صفر ہے تو سمجھو کہ اس کا ایمان نامکمل ہے اسی چیز کو حدیث نبوی میں یوں بیان کیا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا طَهْرَ لَهُ

(التزغیب والترہیب ۱/ ۱۰ بحوالہ طبرانی)

”جس شخص کے اندر امانت کی صفت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں اور

جس کا ضم نہیں اس کی نماز نہیں۔“

نبی اکرم ﷺ نے جس طرح بے وضو آدمی سے نماز کی نفی فرمادی ہے اسی طرح خائن اور دھوکا باز سے ایمان کی نفی فرمادی۔ ایمان اور امانت کی اصل ایک ہے، ایمان اور امانت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں یعنی جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں۔

اسی طرح دیانت (جس کا اطلاق اکثر امانت کے ساتھ ہوتا ہے) دین سے مشتق ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ دین دار آدمی کیلئے دیانت دار ہونا از حد ضروری ہے ورنہ ایسے آدمی کا دین سے تعلق رسمی تو ہوگا شرعی نہیں۔



ادانے امانت کا تاکید حکم

قرآن کریم میں امانت کی ادائیگی سے متعلق یوں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ، إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء: ۵۸)

”اللہ تمہیں تاکید حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا ہے۔“

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

نازل ہوئی جو خاندانی طور پر خانہ کعبہ کے دربان اور کنجی بردار چلے آ رہے تھے۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم سوموار اور جمعرات کے دن بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ہجرت سے پہلے ایک روز رسول کریم ﷺ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کیلئے تشریف لائے (اس وقت تک عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے) انہوں نے آنحضرت کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھائی، آپ ﷺ نے بڑی بردباری کے ساتھ ان کے سخت کلمات کو برداشت کیا، پھر فرمایا ”اے عثمان! شاید تم ایک روز بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، جب کہ مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں سپرد کر دوں“ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر ایسا ہو گیا تو قریش ہلاک اور ذلیل ہو جائیں گے“ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہو جائیں گے۔ آپ یہ کہتے ہوئے بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔

اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہو گیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کر لیا لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے، وہ سب کے سب مجھے سخت ملامت کرنے لگے، اس لئے میں اپنے ارادے کو پورا نہ کر سکا، جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی، میں نے پیش کر دی۔

بعض روایات میں ہے کہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کنجی لے کر بیت اللہ کے

اوپر چڑھ گئے تھے حضرت علیؓ نے آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے زبردستی ان کے ہاتھ سے کنجی لے کر آنحضرت ﷺ کو دے دی تھی۔

بیت اللہ میں داخلہ اور وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جب آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے تو پھر کنجی مجھ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا، کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس قیامت تک رہے گی، جو شخص تم سے یہ کنجی لے گا وہ ظالم ہوگا، مقصد یہ تھا کہ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں کہ تم سے یہ کنجی لے لے، اس کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ بیت اللہ کی اس خدمت کے صلہ میں تمہیں جو مال مل جائے اس کو شرعی قاعدہ کے موافق استعمال کرو۔

عثمان بن طلحہؓ کہتے ہیں کہ جب میں کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا ”کیوں عثمان! جو بات میں نے کہی تھی کیا وہ پوری ہوئی یا نہیں؟“ اب مجھے وہ بات یاد آ گئی جو آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی کہ ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، میں نے عرض کیا کہ بے شک آپ کا ارشاد پورا ہوا اور اس وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(تفسیر مظہری، بروایت ابن سعد)

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ اس روز جب آنحضرت بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ آیت آپ کی زبان پر تھی:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا

اس سے پہلے میں نے یہ آیت کبھی آپ سے نہ سنی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس

وقت جوف کعبہ میں نازل ہوئی تھی، اسی آیت کی تعمیل میں آنحضرت ﷺ نے دوبارہ عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی ان کو سپرد کردی، کیونکہ عثمان بن طلحہ نے جب یہ کنجی آنحضرت ﷺ کو دی تھی تو یہ کہہ کر دی تھی کہ ھاک بِأَمَانَةِ اللَّهِ میں یہ امانت آپ کے سپرد کرتا ہوں۔

اگرچہ ضابطہ سے ان کا یہ کہنا صحیح نہ تھا، بلکہ رسول کریم ﷺ ہی کو ہر طرح کا اختیار تھا کہ جو چاہیں کریں، لیکن قرآن کریم نے صورت امانت کی بھی رعایت فرمائی، اور آنحضرت ﷺ کو اس کی ہدایت کی کہ کنجی عثمان ہی کو واپس فرمادیں، حالانکہ اس وقت حضرت عباس اور حضرت علی ؑ نے بھی آنحضرت ﷺ سے یہ درخواست کی تھی کہ جس طرح بیت اللہ کی خدمت میں سقایہ (حجاج کو زمزم کا پانی پلانا) اور سدانہ (کعبہ کی خدمت) ہمارے پاس ہے یہ کنجی برداری کی خدمت بھی ہمیں عطا فرمادیجئے، مگر آیت مذکورہ کی ہدایت کے موافق آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ درخواست رد کرتے ہوئے عثمان بن طلحہ ؓ کو بلایا اور فرمایا:

هَآك مِفْتَاحُكَ يَا عُثْمَانُ ، الْيَوْمَ يَوْمُ وَفَاءٍ وَبَرٍّ

”اے عثمان! یہ لو اپنی کنجی، آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے“

(معارف القرآن، تفسیر مظہری، ابن کثیر ۲/۲۹۹)

آیت کا نزول اگرچہ خاص (عثمان بن طلحہ کنجی بردار خانہ کعبہ کے بارے میں) ہے لیکن اس کا حکم عام ہے جو عوام اور حکام سب کو شامل ہے، سب کو حکم ہے کہ امانتیں انہیں پہنچاؤ جو امانتوں کے اہل ہیں۔

امانت کے مفہوم کی وسعت

امانت، خیانت کی ضد ہے اس سے مراد وہ چیز ہے جو کسی پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے اسے دے دی جائے۔

مذکورہ بالا آیت میں امانت کا لفظ مفرد نہیں بلکہ جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امانت سے مراد یہاں صرف یہی نہیں کہ آپ کسی شخص کے پاس کوئی چیز رکھیں اور وہ آپ کو جوں کا توں عند الطلب واپس کر دے بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔

امانات کے اندر وہ تمام حقوق آگئے جن کی ادائیگی واجب ہے، چاہے ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہو جو اس نے اپنے بندوں کے ذمہ کئے ہیں مثلاً توحید اور عبادات وغیرہ یا وہ حقوق جو انسانوں کے آپس میں ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں جیسے امانت دی ہوئی چیزیں وغیرہ۔

بہر کیف ہر وہ چیز امانت ہے جس کے ساتھ کسی کا حق متعلق ہو اور جس کی حفاظت اور مالک کی طرف ادائیگی انسان پر لازم ہو وہ چاہے کوئی مالی چیز ہو جو کسی نے کسی کے پاس رکھی ہو، یا شرعی واجبات اور فرائض اور دیگر احکام ہوں جو قرآن و سنت کے اندر محفوظ ہیں۔

کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کہی وہ بھی اس کی امانت ہے۔

اولاد، والدین کے پاس امانت ہے۔

عالم کے پاس قرآن و حدیث کا علم امانت ہے۔



✽ حاکم اور افسروں کے عہدے اور اختیارات ان کے پاس امانت ہیں۔

✽ خاوند کے پاس اس کی بیوی امانت ہے۔

✽ بیوی کے پاس عفت و آبرو امانت ہے۔

قَالَ أَبُو بِن كَعْبٍ مِنَ الْأَمَانَةِ أَنَّ الْمَرْأَةَ اتَّمِنَتْ عَلَى فَرْجِهَا

(ابن کثیر ۶/۴۷۷)

مشورہ امانت ہے۔ مجلسوں (خاص میٹنگوں) میں طے شدہ امور امانت ہیں۔

الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ (ابو داؤد، کتاب الأدب، باب فی نقل الحدیث)

مجلسوں میں امانت داری ضروری ہے (جو باتیں مجلسوں میں ہوں اہل

مجلس کو ان کا اخفاء مناسب ہے مگر وہ بات افشا کر سکتے ہیں جس میں کسی مسلمان کی

ناحق نقصان رسانی کی تجویز کی جائے مثلاً اس کے ناحق قتل کی فکر کی جائے یا کسی

عورت سے زنا کی یا کسی کا مال چرانے، لوٹنے یا ہضم کر جانے کی، اسی طرح اس بات

کا افشاء کرنا جائز ہے جس میں دین و ملت اور قوم کا نقصان تجویز ہوا ہو (لغات الحدیث)

الْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ مَوْذَنٌ لَوْ كُنَّ الْأَمَانَةُ دَارَ بَعْدَ (لغات الحدیث)

دے تاکہ لوگوں کے نماز اور روزے میں خلل نہ آئے۔ (لغات الحدیث)



جان کی نہیں امانت کی فکر

ہمارے ہادی و مرشد رحمت عالم ﷺ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے مکہ

کے اکثر لوگ حتیٰ کہ کفار و مشرکین اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے، جس

کسی کو اپنی چیز کے ضائع ہو جانے کی فکر دامن گیر ہوتی تو وہ اسے آنحضرت ﷺ کے پاس رکھ دیتا اور جب ضرورت پڑتی واپس لے جاتا۔ اس طرح کئی لوگوں کی امانتیں آپ کے گھر موجود تھیں ہجرت مدینہ کا حکم ملنے کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر گئے مکہ مکرمہ میں اب آنحضرت ﷺ تھے یا آپ کے حکم کے منتظر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یا بعض مجبور مسلمان۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ہجرت کیلئے سامان تیار کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا:

عَلَى رَسِيكَ فَإِنِّي أَرْجُوا أَنْ يُؤَدَّنَ لِي

”تم ذرا ٹھہر جاؤ کیونکہ مجھے بھی اجازت ملنے کی امید ہے“

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، میرے باپ آپ پر

قربان کیا آپ کو بھی ہجرت کی امید ہے؟ فَقَالَ نَعَمْ ”فرمایا ہاں“

فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِيُصْحَبَهُ وَعَلَفَ

رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمَرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

(بخاری، باب ہجرة النبي ﷺ واصحابه الى المدينة)

پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کی خاطر رکے رہے

اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں انہیں چار مہینے تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔

سیرت ابن ہشام (۸۹/۲) میں یہ الفاظ ہیں:

لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللَّهَ يَجْعَلَ لَكَ صَاحِبًا، فَيَطْمَعَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَكُونَهُ

”جلدی نہ کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کسی کو سنا بھی بنا دے اور حضرت ابو بکر ؓ یہی آرزو رکھتے تھے کہ آپ ﷺ ہی میرے ساتھی بنیں“ اور کفار مکہ پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی جمعیت بن رہی ہے اور محمد ﷺ بھی ان سے جا ملے تو پانی سر سے گذر جائے گا۔ لہذا ایک دن انہوں نے قصی بن کلاب کے گھر جو ان کا دارالندوہ یا پارلیمنٹ ہاؤس تھا، اجتماع کیا جس میں کسی نے کہا:

اسے لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر ایک کال کوٹھڑی میں ڈال دو اور باہر سے دروازہ بند کر دو۔ کسی نے کہا کہ اسے اپنے شہر سے جلا وطن کر دیں۔

بڑی دماغ سوزی کے بعد دشمن ابو جہل لعین کے کان میں شیطان نے یہ تجویز پھونکی کہ ہر قبیلے سے ایک نو جوان مسلح ہو کر ان کے گھر کا گھیراؤ کرے جو نبی صبح گھر سے نکلیں سب یکبارگی محمد ﷺ پر ٹوٹ پڑیں اور تکا بوٹی کر دیں۔ اس طرح ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور دیت دے کر جان چھوٹ جائے گی۔ قرآن کریم نے اس سازش کا ذکر اس طرح کیا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودُ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (سورة الانفال: ۳۰)

”اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج از وطن کر دیں اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے مستحکم

تدبیر والا اللہ ہے۔“

جب نبی ﷺ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے ہو چکی تو حضرت جبرائیل اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہتے ہوئے ہجرت کے وقت کی تعیین بھی فرمادی کہ آپ ﷺ یہ رات اپنے بستر پر نہ گذاریں جس پر اب تک گزارا کرتے تھے، چنانچہ اس نازک لمحے میں رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ سبز حضری چادر عنایت فرمائی جسے اوڑھ کر آپ سویا کرتے تھے اور فرمایا:

نَمْ عَلٰی فِرَاشِیْ ”چادر لے کر میرے بستر پر سو جانا“

فَإِنَّهُ لَنْ يَخْلَصَ إِلَيْكَ شَيْئٌ تَكْرَهُهُ مِنْهُمْ (ابن ہشام ۹۱/۲)

”دشمنوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی“

وَأَمْرُهُ أَنْ يَتَخَلَّفَ بَعْدَهُ بِمَكَّةَ حَتَّى يَرُدَّ الْوَدَائِعَ إِلَى أَهْلِهَا

(الایجاز فی شمائل السیرة ووجوه الاعجاز، الجزء الاول ص ۱۸۶)

”اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے بعد مکہ میں رہنا، میرے پاس

جو امانتیں ہیں وہ سب ان کے مالکوں کو واپس کر کے چلے آنا“

سیرت النبی ﷺ کا یہ کس قدر پاکیزہ پہلو ہے کہ جو لوگ

آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں آپ انہی لوگوں کی امانتوں کی

حفاظت کا انتظام فرما رہے ہیں۔

اس پیارے نبی ﷺ کی یہ کتنی پیاری تعلیم ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَذِ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ انْتَمَنَكَ ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ

(سنن ابو داؤد کتاب البیوع ، باب فی الرجل يأخذ حقه من تروحت یدہ ، ترمذی)

”جس شخص نے تمہیں قابل اعتماد جان کر اپنی امانت تمہارے پاس رکھی ہے اس کی امانت واپس کر دو اور جو تم سے خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو (بلکہ اپنے حق کو وصول کرنے کیلئے دوسرے جائز طریقے اختیار کرو)“



قدیم زمانہ سے ادائے امانت کا تصور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِشْتَرَى رَجُلٌ مِمَّا كَانَ قَبْلَكُمْ عُقَارًا مِنْ رَجُلٍ

تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے کسی آدمی سے زمین خریدی پھر اس میں سونے سے بھرا ہوا ایک گھڑا پایا، مشتری (خریدنے والے) نے بائع (بیچنے والے) سے کہا:

خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي ، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَتَّبِعْ مِنْكَ الذَّهَبَ ”اپنا سونا لے لیجئے کیونکہ میں نے آپ سے زمین خریدی ہے نہ کہ سونا“

فَقَالَ بَائِعُ الْأَرْضِ إِنَّمَا بَعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا

”زمین بیچنے والے نے کہا: میں نے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ فروخت کر دیا ہے“

فَتَحَا كَمَا إِلَى الرَّجُلِ

”وہ دونوں معاملہ ایک منصف (بعض کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام) کی طرف لے گئے“ منصف نے دونوں سے دریافت کیا تم دونوں کی کوئی اولاد ہے؟

ایک نے کہا ”میرا ایک لڑکا ہے“

دوسرے نے کہا ”میری ایک لڑکی ہے“

منصف نے کہا:

اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَاَنْفِقُوا عَلَيْهَا مِنْهُ وَتَصَدَّقُوا

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء، باب رقم ۵۴، مسلم کتاب الاقصیۃ)

”لڑکے کی لڑکی سے شادی کر دو اور یہ سونا ان دونوں پر خرچ کر کے

باقی کو (فی سبیل اللہ) خیرات کر دو۔“

نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ان دو آدمیوں کا واقعہ بیان فرما کر

ہمارے لئے امانت داری کی ایک اعلیٰ مثال پیش فرمادی۔



امانت کی حفاظت کیلئے

حیرت انگیز قربانی

عربی ادب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سمّوئل ایک عظیم شاعر تھا اور امانت دار، اس لئے لوگ اپنی امانتیں اس کے پاس رکھتے تھے، امانت داری میں کسی کی تعریف کرنی ہوتی تو کہتے فُلَانٌ اَوْفَى مِنَ السَّمَوِّ لِ”وہ سمّوئل سے زیادہ امانت دار ہے۔“

امرو القیس نے اپنی موت سے پہلے سمّوئل بن عادیہ کے پاس کچھ زر ہیں اور اسلحہ امانت رکھا جب وہ مر گیا تو شاہ کندہ نے سمّوئل کے پاس قاصد بھیج کر وہ زر ہیں اور اسلحہ طلب کیا جو کہ امراء القیس نے اس کے پاس امانت رکھا تھا سمّوئل نے جواب دیا:

لَا اَدْفَعُهَا اِلَّا لِمُسْتَحِقِّهَا وَاَبَى اَنْ يُّدْفَعَ شَيْئًا مِنْهَا اِلَى رَسُوْلِ الْمَلِكِ
”میں یہ اسلحہ صرف اس کے حق دار کو دوں گا اور بادشاہ کے قاصد کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا“

اس نے پھر دوبارہ (وہ اسلحہ) مانگا، سمّوئل نے پھر انکار کر دیا اور کہا:
بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ لَا اَغْدِرُ بِذِمَّتِي وَلَا اَخُونُ اَمَانَتِي وَلَا اَتْرُكُ
الْوَفَاءَ الْوَاجِبَ عَلَيَّ لِارِضَاءِ الْمَلِكِ

”عظمت والے رب کی قسم، میں اپنے عہد سے کبھی نہیں پھروں گا اور نہ ہی میں امانت میں خیانت کروں گا اور نہ ہی بادشاہ کو راضی کرنے کیلئے وفاداری

ختم کروں گا جو کہ مجھ پر لازمی ہے“

جب قاصد نے سہاول کا جواب بادشاہ کو پہنچایا، بادشاہ نے لشکر لے کر اس کا رخ کیا سموئل اپنے قلعہ میں داخل ہو گیا اور اس کے سامنے رکاوٹ لگا دی بادشاہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ سے پہلے سموئل کا لڑکا قلعہ سے باہر شکار کھیل رہا تھا اور محاصرہ کے موقع پر موجود نہیں تھا بادشاہ نے اس پر قابو پالیا اور اسے گرفتار کر لیا پھر اس کو لے کر قلعہ کے ارد گرد چکر لگایا اور سموئل کو آواز دینے لگا:

بَانِي قَدْ اَسْرْتُ وَلَدَكَ وَاِنْ لَمْ تُصَدِّقْ فَاَنْظُرْ اِلَيْهِ وَ اِزَاهُ اِيَّاهُ
”میں نے واقعی تیرے لڑکے کو گرفتار کر لیا ہے اگر تجھے یقین نہ ہو تو
ادھر دیکھ لے اور اے دکھا بھی دیا“ اور کہا:

اِنْ سَلَّمْتُ اِلَيَّ الدَّرُوعَ ، سَلَّمْتُ اِلَيْكَ وَلَدَكَ وَاِلَّا
ذَبَحْتُهُ وَاَنْتَ تَنْظُرُ فَاخْتَرِ اَيُّهُمَا شِئْتُ

”اگر تو نے مجھے زہیں دے دیں تو میں تیرا لڑکا تجھے دوں گا ورنہ اسے
ذبح کر دوں گا اور تو دیکھتا ہوگا، اس لئے ان دونوں میں سے جو چاہے پسند
کر لے۔“

سموئل نے کہا: اِفْعَلْ مَا شِئْتُ فَإِنِّي لَا اُبْطِلُ وَفَائِي وَعَهْدِي

”جو چاہے کر ڈال میں اپنا وعدہ اور وفا نہیں توڑوں گا“

بادشاہ نے اس کے دیکھتے دیکھتے اس کا لڑکا ذبح کر دیا۔

پھر جب قلعہ فتح کرنے سے عاجز آ گیا تو بے نیل و مرام واپس ہوا۔
سموئل نے اپنے لڑکے کو ذبح ہو جانے پر صبر کر لیا محض اس لئے کہ وفا
اور عہد کا تحفظ ہو جائے اور وعدہ پورا ہو، جو کہ اسے اپنے لڑکے کی زندگی سے
زیادہ عزیز ہے۔

آخر جب امرؤ القیس کے وارث آئے اور سموئل کے پاس حاضر
ہوئے تو اس نے انہیں زرہیں اور اسلحہ دے دیا چنانچہ اس کی وفاداری ضرب
الثل بن گئی اس کی امانت داری رہتی دنیا تک مشہور رہے گی اور نیک نامی کے
ساتھ اس کا نام لیا جائے گا۔



اولاد بھی امانت

اولاد انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت اور بہت بڑی نعمت ہے جن
کی اچھی تربیت کرنا ماں باپ پر لازم ہے اور بہت بڑی نیکی ہے حضرت
سعید بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنِ

(جامع الاصول، مشکوٰۃ)

”باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اس کی
اچھی تعلیم و تربیت ہے“

اولاد صدقہ جاریہ بنتی ہے جس کا فائدہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی

پہنچتا رہتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ
صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ

(مسلم شریف، کتاب الوصیۃ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته)

”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنیکے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کر جائے، یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے نیک لڑکا جو اس کیلئے دعا کرتا رہے۔“

اولاد کے امانت ہونے کی بات حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے خوب سمجھائی ہے اور پوری امت کی ماؤں بہنوں کیلئے ایک عظیم مثال اور نمونہ قائم کر دیا ہے۔

یہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے خادمہ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں بڑی دین دار اور نیک بخت عورت تھیں، دنیا کی تارک اور آخرت کی طرف راغب تھیں۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کو نکاح کا پیغام دیا تو کہنے لگیں اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے نکاح سے انکار نہیں اور تمہارا اسلام لانا ہی میرا مہر ہو جائے گا میں تم سے مہر کا ایک پیسہ بھی نہ لوں گی چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور نکاح ہو گیا اور ان سے ابو عمیر پیدا ہوئے۔

ابو عیسٰی نے ایک چڑیا، بلبل پالی ہوئی تھی جب وہ مر گئی تو نبی اکرم ﷺ
بیمار سے ہنس کر پوچھا کرتے کہ:

يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ”اے ابو عیسٰی تمہاری بلبل کہاں گئی؟“

یہ لڑکا بڑا خوبصورت اور وجیہ تھا، اس کے باپ ابو طلحہ ؓ کو اس سے
بڑی محبت تھی وہ بیمار ہو گیا حضرت ابو طلحہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا
فوت ہو گیا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھر والوں سے کہہ دیا کہ ابو طلحہ کو ان
کے بیٹے کی موت کی خبر نہ دینا، میں خود ہی ان کو بتاؤں گی اور بچہ کو گھر کے ایک
گوشہ میں رکھ دیا حضرت ابو طلحہ ؓ جب رات کو گھر واپس آئے تو انہوں نے
پوچھا بچے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

قَدْ هَدَا نَفْسَهُ وَارْجُوا أَنْ يَكُونُ قَدْ اسْتَرَاخَ

”اس کی طبیعت کو سکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اب وہ آرام پا گیا ہے“

وَزَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ ”ابو طلحہ سمجھے کہ سچ کہہ رہی ہے“

ام سلیم نے رات کا کھانا لا کر سامنے رکھ دیا، انہوں نے کھایا اور پیا پھر
ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ابو طلحہ ؓ کیلئے اچھی طرح بناؤ سنگھار کیا انہوں نے
جماع کیا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت بھی
کر چکے اور غسل بھی کر چکے تو اس وقت انہوں نے بتایا اور کہا:

يَا أَبَا طَلْحَةَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارَوْا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوا

غَارِيَتَهُمُ الْهَمُّ أَنْ يَمْنَعُوهُمْ؟

”اے ابو طلحہ! اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھروالوں کو عاریتاً دے دیں پھر وہ اپنی چیز مانگیں تو کیا گھروالے اس کو روک سکتے ہیں؟ قَالَ: لَا، ابو طلحہ نے کہا ”نہیں روک سکتے“

قَالَتْ: فَأَحْتَسِبُ ابْنَكَ

ام سلیم نے کہا ”آپ اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں“ (وہ فوت ہو گیا ہے) اور کہا کہ لڑکے کو دفن کر آؤ۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر کہنے لگے کہ ”تم نے مجھے بتایا ہی نہیں، جب میں مجامعت کر بیٹھا تو پھر تم نے بیٹے کے فوت ہونے کا تذکرہ کیا۔ صبح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر آپ کے سامنے حاضر ہو کر سارا واقعہ کہہ سنایا:

آپ نے دریافت فرمایا کہ:

أَعَرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ ”کیا آج رات تم نے ہم بستی کی ہے؟“

عرض کیا، ہاں، زبان حق ترجمان پر یہ الفاظ جاری ہوئے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا ”اے اللہ! ان دونوں کو برکت دے“

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے کمال صبر و استقلال کا نتیجہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت یہ ہوئی کہ جو اس رات حمل ٹھہرا تھا اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی خوب نگرانی کرنا اور

دودھ نہ پلانا یہاں تک کہ اسے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے جائیں۔

پھر وہ بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور ساتھ کچھ کھجوریں بھی آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا ”شاید ام سلیم نے لڑکا جنا، میں نے عرض کیا: ہاں، نبی ﷺ نے بچے کو پکڑا اور فرمایا: اَمَعَهُ شَيْءٌ؟ کیا اس کے ساتھ بھی کوئی چیز ہے؟ قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ انہوں نے کہا ہاں کھجوریں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی عجمہ کھجوروں میں سے ایک کھجور اپنے منہ میں رکھ کر چبائی جب وہ گھل گئی تو بچے کے منہ میں ڈالی بچہ اس کو چوسنے لگا آپ نے فرمایا اَنْظُرُوا اِلَى حُبِّ الْاَنْصَارِ التَّمَرُ دیکھو! انصار کو کھجور سے کیسی محبت ہے فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَسَمَاهُ عَبْدُ اللَّهِ پھر آپ نے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا:

فَرَأَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ

”میں نے اس کے نو لڑکے دیکھے وہ سب کے سب قرآن کے قاری تھے“

(صحیح بخاری، کتاب الجنازہ، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت و کتاب

العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود) مکرّم (ص ۷۰) (۱۳۰۱)

بیوی بھی امانت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے حج کا بیان کرتے ہوئے

آپ کا خطبہ نقل کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ

”ذُرّو تم اللہ سے عورتوں کے باب میں تم نے ان کو اللہ کی امان اور عہد کے ساتھ قبضہ میں لیا ہے۔“ (مسلم کتاب الحج، باب حجة ﷺ النبی)

جلیل القدر تابعی حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ جن کے دادا حضرت ابو بکر صدیق ؓ ہیں وہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں اپنے دور کے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر متقی و پرہیزگار، وہ بیان کرتے ہیں کہ ”میری بیوی فوت ہو گئی، میرے پاس محمد بن کعب قرظی تعزیت کیلئے آئے اور انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا کہ:

إِنَّهُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ فَفَقِيَهُ عَالِمٌ عَابِدٌ مُّجْتَهِدٌ

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو فقیہ عالم، عابد اور مجتہد تھا، اس کی بیوی تھی جس پر وہ نہایت شیفۃ تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا اتفاق سے وہ مر گئی تو اس شخص کو نہایت رنج ہوا اور بڑا افسوس ہوا۔

حَتَّى خَلَا فِي بَيْتٍ وَغَلَقَ عَلَى نَفْسِهِ الْبَابَ وَاحْتَجَبَ مِنَ النَّاسِ

”یہاں تک کہ وہ ایک مکان میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا اور لوگوں سے ملاقات چھوڑ دی۔“

اس کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا، ایک عورت نے یہ قصہ سنا اور اس کے گھر آ گئی اور کہنے لگی:

إِنَّ لِي إِلَيْهِ حَاجَةً أَسْتَفْتِيهِ فِيهَا ، لَيْسَ يُجْزِيْنِي فِيهِ إِلَّا مُشَافَهَتُهُ

”مجھ کو اس سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے میں اسی سے پوچھوں گی بغیر اس سے ملے ہوئے یہ کام نہیں ہو سکتا“

اور جتنے لوگ آئے تھے وہ چلے گئے اور وہ عورت اس کے دروازے پر جمی رہی اور کہا: مَالِيْ مِنْهُ بَذْغَيْرِ اس سے ملے کئے کوئی علاج نہیں ہے، تو ایک شخص نے اس (مجتہد) کو اطلاع دی اور بیان کیا کہ ایک عورت تم سے مسئلہ پوچھنے آئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں سب لوگ چلے گئے مگر وہ عورت دروازہ چھوڑ کر نہیں جاتی۔ تب اس عالم نے کہا: اِنَّذُنُوْا لَهَا اُجْحَا! اس کو آنے دو، وہ عورت اس کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی میں تجھ سے ایک مسئلہ پوچھنے آئی ہوں وہ بولا کیا مسئلہ ہے؟ تو اس عورت نے کہا:

اِنْسِيْ اسْتَعْرْتُ مِنْ جَارَةٍ لِّيْ حُلِيًّا فَكُنْتُ اَلْبَسُهُ وَاُغْرِيه مَانَا
ثُمَّ اَرْسَلُوْا اِلَيَّ فِيْهِ اَفَا وَدِيْهِ اَلِيْهِمْ؟

میں نے اپنے ہمسایہ میں ایک عورت سے زیور عاریٹا (مانگ کر) لیا تھا تو میں نے ایک مدت تک اس کو پہنا اور لوگوں کو مانگنے پر دیا، اب اس عورت نے وہ زیور مانگ بھیجا ہے کیا میں اس کو وہ زیور دے دوں؟

اس نے کہا: نَعَمْ وَاللّٰهِ ہاں، اللہ کی قسم!

عورت نے کہا: اِنَّهٗ قَدْ مَكَّتْ عِنْدِيْ زَمَانًا طَوِيْلًا

”وہ زیور ایک لمبی مدت تک میرے پاس رہا ہے“

اس مجتہد نے کہا: ذٰلِكَ اَحَقُّ لِرَدِّكَ اِيَّاهُ اَلِيْهِمْ حِيْنَ اَعَارَ وَكَيْهِ زَمَانًا

”اس سبب سے اور زیادہ تجھے واپس کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک

زمانے تک تجھے انہوں نے عاریتاً دیا۔“

عورت بولی: اَيَّ سِرْحَمِكَ اللّٰهُ ، فَتَأْسَفُ عَلٰى مَا اَعَارَكَ
اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهُ مِنْكَ وَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ

اے اللہ کے بندے! اللہ تجھ پر رحم کرے، تو کیوں افسوس کرتا ہے، اس
چیز (یعنی اپنی بیوی) پر، جو اللہ جل جلالہ نے تجھے مستعار (یعنی امانت) دی تھی
پھر تجھ سے لے لی اور وہ اس کا تجھ سے زیادہ حق دار ہے۔

اس عالم نے اس معاملے پر غور کیا تو اس کو سمجھ آ گئی:

وَنَفَعَهُ اللّٰهُ بِقَوْلِهَا ”اور عورت کی بات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع دیا“

(مؤطا امام مالک کتاب الجنائز ، باب جامع الحسبة فی المصيبة)

لبید نے سچ کہا ہے کہ:

وَمَا الْمَالُ وَالْأَهْلُونَ إِلَّا وَدَائِعُ

وَلَا بُدَّ يَوْمًا أَنْ تُرَدَّ الْوَدَائِعُ

”مال اور اہل و عیال سب امانتیں ہیں اور امانتیں ضرور ایک دن واپس

لے لی جاتی ہیں“

مشورہ بھی امانت

ایک حدیث میں ہے کہ:

الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ ”جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے“

اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے

کے حق میں مفید اور بہتر ہو، اگر جانتے ہوئے خلاف مشورہ دے دیا تو امانت

میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔

حضرت علیؑ کی خدمت میں ایک صاحب پہنچے اور انہوں نے کہا کہ میری بیٹی سے عقد (نکاح) کے سلسلہ میں آپ کے دونوں صاحبزادوں (حسن و حسینؑ) اور عبد اللہ بن جعفر کے پیغامات پہنچے ہیں اور یہ تینوں حضرات بذات خود اسی غرض سے میرے گھر بھی آ چکے ہیں۔

وَاتَيْتُ امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لِأَشَاوَرَهُ

میں امیر المؤمنین سے مشورہ کرنے آیا ہوں کہ اپنی بیٹی کی شادی کس سے کر دوں؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا: أَمَّا الْحَسَنُ فَمِطْلَاقٌ وَلَا تَحْطِی النِّسَاءُ عِنْدَهُ وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَمِلَقٌ وَلَكِنْ زَوْجُ ابْنِ جَعْفَرٍ حسن اور حسینؑ تو مناسب نہیں ہیں کیونکہ حسنؑ بڑے طلاق دینے والے ہیں ان کے ہاں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور حسینؑ کی طبیعت خوشامد پسندانہ ہے اس لئے تم عبد اللہ بن جعفر سے شادی کر دو۔

چنانچہ انہوں نے حسن اور حسینؑ سے حضرت علیؑ کے مشورہ کو ظاہر کر کے معذرت کر دی تو ان دونوں صاحبزادوں نے حضرت علیؑ سے صورت حال کی شکایت کرتے ہوئے کچھ عرض کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا جب وہ مجھ سے مشورہ لینے آئے تو مجھے صحیح مشورہ دینا لازم ہو گیا اگرچہ وہ تمہارے خلاف ہو کیونکہ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ فَإِذَا

اسْتَشِيرَ أَحَدَكُمْ فَلْيُشِرْ بِمَا هُوَ صَانِعٌ لِنَفْسِهِ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہے“ اس کو مشورہ اس چیز کے ساتھ دینا چاہئے جس کو وہ خود اپنے لئے کرنا پسند کرے۔ (منتخب کنز العمال ۱/۳۰۳)

راز کی بات بھی امانت

کسی نے راز کی بات کسی سے کہی وہ بھی اس کی امانت ہے، بغیر اذن شرعی کے کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں اور کوئی ایک بھی ہم میں سے غیر حاضر نہیں تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اللہ کی قسم ان کا چلنا رسول اللہ ﷺ کے چلنے سے بہت مشابہت رکھتا تھا جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو خوش ہوئے اور فرمایا ”میری بیٹی مرحبا“ پھر اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا پھر ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ بہت زیادہ روئیں، جب انہیں بہت زیادہ پریشان دیکھا تو آپ نے ان کے ساتھ دوبارہ سرگوشی فرمائی اس دفعہ وہ ہنس پڑیں۔

چنانچہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بھید کیلئے ہم میں سے تمہارا انتخاب کیا پھر بھی تم روتی ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ اٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے تم سے کیا سرگوشی فرمائی؟ انہوں نے جواب دیا: مَا كُنْتُ لِأَفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِرَّهُ

”میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو فاش نہیں کرتی“

جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو میں نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو تم پر میرا ہے کہ مجھے بتادو۔

انہوں نے جواب دیا: اَمَّا الْاَنَ فَنَعَمْ ”ہاں اب بتادوں گی“ چنانچہ انہوں نے مجھے بتاتے ہوئے کہا کہ پہلی دفعہ جب آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال قرآن کا ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال میرے ساتھ دو مرتبہ دور کیا ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔

فَاتَّقِ اللَّهَ وَاصْبِرْ فَإِنِّي نَعَمُ السَّلَفُ اَنَا لَكَ ”لَهِذَ اللَّهِ“ سے ڈرنا اور صبر سے کام لینا اور میں تمہارے لئے اچھا آگے جانے والا ہوں“ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں رونے لگی جیسا کہ آپ نے دیکھا: پھر میرے رنج و غم کو ملاحظہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی اور فرمایا: يَا فَاطِمَةُ لَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةً نِّسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ سَيِّدَةً نِّسَاءِ هَذِهِ الْاُمَّةِ

”اے فاطمہ! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تم مسلمان عورتوں کی سردار بنو یا اس امت کی عورتوں کی سردار بنو۔“ (بخاری، مکتب الاستذقان، باب من ناجی بین یدی الناس ولم یخبر بسر صاحبه فاذا مات اخبره)

حکومتی منصب بھی امانت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کوئی عہدہ اور منصب نہیں دیتے، آپ نے اپنا ہاتھ مبارک

میرے مونڈھے پر مارا اور فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِزْبِي
وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَادَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا
(مسلم، کتاب الامارة باب كراهية الامارة بغير ضرورة)

اے ابو ذر! تو کمزور (مزاج) آدمی ہے اور یہ (منصب اور عہدہ) امانت ہے (یعنی بندوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کو ادا کرنے ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن عہدہ سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں مگر جو اس کو جائز طریقہ سے لے اور ذمہ داری خوب نبھائے۔

معلوم ہوا منصب حکومت امانت ہے، اور اس کے حقوق ہیں جن کو ادا کئے بغیر کوئی حاکم امانت دار نہیں کہلا سکتا۔

منصب حکومت کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عدل و انصاف سے کام لے، رعایا کی اصلاح اور فلاح کی فکر کرے اور جب اس منصب کی ذمہ داریوں کو نبھانے سے قاصر ہو تو صرف اس منصب کے وقار سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے بلکہ اس امانت کو کسی اور کے سپرد کر دے جو اس کا اہل ہو۔

صحابہ کرام ﷺ کا دور جو ہمارے لئے ہر طرح سے قابل فخر ہے اور صحابہ کرام ﷺ کا طرز عمل ہمارے لئے مینارہ نور ہے، ان کی امانت و دیانت صرف مال و دولت تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اس کا اثر صحابہ کرام ﷺ کی ہر چیز سے نمایاں ہوتا تھا۔

حضرت عمر کا ﷺ اخیر وقت آیا تو اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا:

اَنْطَلِقْ اِلَى عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ عُمْرُ
السَّلَامِ وَلَا تَقُلْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنِّي لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرًا
وَقُلْ يَسْتَاذِنُ عُمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبِيْهِ

آپ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ عمر آپ کو سلام کہتے ہیں اور امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں اور عرض کرنا، عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر گئے اور سلام کیا اور اجازت طلب کی، جب آپ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ بھی بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں، عرض گزار ہوئے کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ فرمایا: كُنْتُ اُرِيْذُهُ لِنَفْسِيْ وَلَا وَثَرَنَ بِهٖ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ
”میں تو خود وہاں دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں اپنی ذات پر انہیں ترجیح دیتی ہوں۔“

جب یہ واپس پہنچے تو کہا گیا کہ عبداللہ یہ آگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اٹھاؤ، ایک شخص نے سہارا دے کر آپ کو اٹھایا فرمایا کیا جواب لائے؟ عرض گزار ہوئے کہ امیر المومنین! جو آپ چاہتے تھے یعنی اجازت دے دی۔
فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ”اللہ کا شکر ہے“ میرے نزدیک کسی بات کو اس

سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہ بھی پس جب میں وفات پا جاؤں تو میرا جنازہ اٹھا کر ان کے پاس لے جانا اور سلام عرض کر کے کہنا:

يَسْتَاذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ "عمر اجازت طلب کرتے ہیں"

اگر اجازت مرحمت فرمادیں تو مجھے اندر داخل کر دینا اور اگر رد فرمائیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان رضي الله عنه)



مال غنیمت بھی امانت

حضرت عمر فاروق رضي الله عنه کی خلافت کا دور ہے، مسلمان ان کے مبارک دور خلافت میں ایران کی طرف ہوا کے تیز جھونکے کی طرح لپکے۔

قلعوں کو فتح کرتے، لشکروں کو شکست فاش دیتے، شاہی تختوں کو پامال کرتے اور مال غنیمت سمیٹتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پورا ایران فتح کر لیا۔

ایک روز سپہ سالار لشکر اسلام حضرت سعد بن ابی وقاص رضي الله عنه کے قاصد ایران پر فتح کی خوشخبری لے کر سیدنا فاروق اعظم رضي الله عنه کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ بیت المال کیلئے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی تھا جو ایران سے مجاہدین اسلام کے ہاتھ لگا تھا جب مال غنیمت حضرت عمر رضي الله عنه کے سامنے رکھا گیا تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس میں شاہ ایران کا وہ تاج بھی موجود تھا جس میں قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے، شاہ ایران کا وہ لباس بھی تھا جو سونے

کے تاروں سے بنا ہوا تھا اور وہ قیمتی پٹی بھی بھی جس پر عمل و جواہر جڑے ہوئے تھے اور سونے کے دو کنگن بھی مال غنیمت میں موجود تھے اس جیسے خوبصورت دیدہ زیب کنگن اس سے پہلے فاروق اعظم ؓ نے نہیں دیکھے تھے، اس کے علاوہ بے شمار نفیس و دیدہ زیب اشیاء مال غنیمت میں موجود تھیں۔

سیدنا عمر ؓ اس بیش بہا خزانے کو اپنی چھڑی سے الٹا پلٹا کر دیکھ رہے تھے پھر آپ نے حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”جو لوگ یہ مال غنیمت لے کر آئے ہیں وہ بلاشبہ سب کے سب امین ہیں حضرت علی ؓ بھی وہاں موجود تھے کہنے لگے:

امیر المؤمنین! آپ پاک دامن رہے تو آپ کی رعیت بھی پاک دامن رہی اگر آپ مال غنیمت کھاتے تو آج یہ بھی ہڑپ کر جاتے۔ (حیات صحابہ کے درخشاں پہلو)

فیصلہ بھی امانت

فریقین کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فیصلہ کرنے والے نے، فیصلہ کا حق ادا کر دیا لہذا ایسا فیصل (فیصلہ کرنے والا) امانت دار ہے۔

صحابہ کرام ؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے تھے جنہوں نے آفتاب نبوت ﷺ سے پھوٹنے والی روشنی حاصل کی اور اس روشنی سے ہر ایک نے حصہ لے کر آسمانی ہدایت، اسلام پر اپنی زندگی کو لگایا تو وہ محبوب بارگاہ الہی بن گئے اپنے تو اپنے غیروں نے بھی صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں سے ظاہر ہونے والی عدل و انصاف اور امانت و دیانت پر مبنی تعلیمات اور طرز عمل کو دیکھا تو وہ بھی اسی دین کو

اپنانے پر مجبور ہو گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا۔ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دل پسند اور قیمتی درع گم ہو گئی، تھوڑے ہی عرصے کے بعد انہوں نے ایک ذمی (یہودی) شخص کو دیکھا کہ وہ درع بازار میں بیچ رہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا: ارے! یہ درع تو میری ہے، ایک رات دوران سفر راستے میں مجھ سے گر گئی تھی۔

ذمی نے کہا: بَلْ هِيَ دِرْعِي وَفِي يَدِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
امیر المؤمنین یہ میری درع ہے اس لئے کہ یہ میرے قبضے میں ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ درع میری ہے میں نے یہ کسی کے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ ہی میں نے یہ بطور تحفہ دی ہے کہ اس پر تو حق ملکیت جمائے۔

ذمی نے کہا: میرے اور آپ کے درمیان کوئی مسلمان قاضی جو فیصلہ کر دے مجھے منظور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ درست کہتے ہیں چلے ابھی قاضی کے پاس چلتے ہیں۔

دونوں قاضی شریع کے پاس چلے گئے اور وہاں عدالت کے کٹہرے میں جا کھڑے ہوئے۔

قاضی شریع نے حضرت علی سے پوچھا: آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میری پسندیدہ اور قیمتی درع پر اس شخص نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے یہ دوران سفر مجھ سے گر گئی تھی میرا مطالبہ ہے کہ یہ درع مجھے واپس دلادی جائے۔“ قاضی شریع نے ذمی سے کہا آپ اس کے متعلق کیا کہنا پسند کریں گے

اس نے کہا یہ درع میری ہے چونکہ اس وقت میرے قبضے میں ہے اور نہ ہی میں امیر المومنین پر کسی قسم کی کوئی تہمت لگانا چاہتا ہوں۔

قاضی شریح نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا ”امیر المومنین! آپ کے سچا ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں یہ درع بلاشبہ آپ کی ہے لیکن چونکہ اس وقت مقدمہ عدالت میں ہے اسے اپنی ملکیت ثابت کرنے کیلئے آپ کو دو گواہ پیش کرنا ہوں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں! میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسن میرے حق میں گواہی دیں گے۔

قاضی شریح نے کہا ”امیر المومنین! غلام کی گواہی آقا کے حق میں اور بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قابل قبول نہیں ہوگی“

حضرت علیؓ نے فرمایا: ”کیا آپ نے نہیں سنا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

قاضی شریح نے کہا: امیر المومنین! یہ درست ہے لیکن میں باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کو جائز نہیں سمجھتا۔

حضرت علیؓ نے ذمی کی طرف دیکھا اور فرمایا ”یہ درع اپنے قبضے میں ہی رکھئے کیونکہ میرے پاس ان کے علاوہ کوئی گواہ نہیں“

یہ صورت حال دیکھ کر ذمی نے کہا: امیر المومنین! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ درع آپ کی ہے پھر وہ کہنے لگا ہائے اللہ! میں قربان میں صدقے۔

آج امیر المومنین اپنے ماتحت قاضی سے فیصلہ کرانے کیلئے پیش ہوا اور

قاضی نے سماعت کے بعد فیصلہ میرے حق میں دے دیا۔

أَشْهَدُ أَنَّ الدِّينَ الَّذِي يَأْمُرُ بِهَذَا الْحَقِّ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ دین جو اس قسم کے فیصلے کرنے کا حکم دیتا ہے وہ برحق ہے“

اور میں آج اس سے متاثر ہو کر عدالت کے روبرو صدق دل سے اقرار

کرتا ہوں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ”اللہ کے سوا کوئی

معبود حقیقی نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں“

کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، پھر اس نے عدالت میں اپنا بیان جاری

رکھتے ہوئے کہا: جناب قاضی صاحب! میں صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں

کہ درع امیر المؤمنین کی ہے، میں ایک رات اس لشکر کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا جو

صفین کی طرف رواں دواں تھا یہ درع ان کے خاکی رنگ کے اونٹ سے گری

جسے میں نے اٹھالیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا بیان سن کر ارشاد فرمایا:

أَمَّا وَأَنْتَ قَدْ أَسْلَمْتَ فَإِنِّي وَهَبْتُ لَكَ

وَوَهَبْتُ لَكَ مَعَهَا هَذَا الْفَرَسَ أَيْضًا

”چونکہ اب تو مسلمان ہو گیا ہے، لہذا یہ درع میں نے تجھے بطور تحفہ دی

اور اس کے ساتھ ہی یہ عمدہ گھوڑی بھی تجھے بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔“

یہ واقعہ پیش آئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ بندہ مومن جنگ نہروان

کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خوارج کے ساتھ دیوانہ وار لڑائی کرتا ہوا

جام شہادت نوش کر گیا۔ (حیات تابعین کے درخشاں پہلو)

امانت

عظمت

کی

ضمانت

امانت عظمیٰ کی ضمانت

امانت عظمیٰ کی ضمانت ہے اس لئے کہ جب ہم اس سلسلہ میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کو نبوت ملی تو امانت کی بناء پر، صدیقین کو صداقت ملی تو امانت کی بناء پر، شہداء کو شہادت ملی تو امانت کی بناء پر، صالحین کو صالحیت ملی تو امانت کی بناء پر، اولیاء کو ولایت ملی تو امانت کی بناء پر، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیگر ملائکہ پر سیادت ملی تو امانت کی بناء پر، مسلمانوں کو فلاح ملی تو امانت کی بناء پر، مومنوں کو جنت الفردوس کی وراثت ملی تو امانت کی بناء پر، اہل ایمان کو جہنم سے رہائی ملی تو امانت کی بناء پر، قرآن کریم کو اشرف الکتاب ہونے کا مرتبہ ملا تو امانت کی بناء پر، مکہ مکرمہ کو دیگر شہروں پر فضیلت ملی تو امانت کی بناء پر، غلاموں کو اپنے آقاؤں کے ہاں وقار ملا تو امانت کی بناء پر، انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز ملا تو امانت کی پاسداری کی بناء پر، حتیٰ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل ”عرب کی طاہرہ“ حضرت خدیجہ الکبریٰ جیسی نیک سیرت بیوی ملی تو امانت کی بناء پر، حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر بڑے بڑوں پر تحکیم کی سعادت ملی تو امانت کی بناء پر اور اسی طرح ہر قل نبی ﷺ کی نبوت پر دل سے یقین لایا تو صفت امانت کی بناء پر..... آئیے ہم یہیں سے بات کو شروع کرتے ہیں۔



ہر قل اور نجاشی کے دربار میں امانت نبوی ﷺ پر تقریر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ ہر قل نے مجھے مخاطب ہو کر کہا:

سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَرَعَمْتُ أَنَّهُ يَأْمُرُ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ
وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ

میں نے تجھ سے پوچھا کہ وہ (نبی) تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ ”وہ نماز ادا کرنے، سچ بولنے، پاک دامن رہنے، وعدہ پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے“

ہر قل نے کہا وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيِّ ”نبی کی صفت یہی ہوتی ہے“

(بخاری، کتاب الشهادات باب من امر بانجاز الوعد)

نبی مکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں نجاشی کے یہاں پیش آنے والا قصہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے نجاشی کے دربار میں پہنچے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کا تعارف کراتے ہوئے یہ تقریر کی

www.KitaboSunnat.com

”اے بادشاہ! ہم لوگ جہالت اور جاہلیت کی زندگی بسر کر رہے تھے، اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بے جان بتوں کی پرستش کرتے، مردار کھاتے، ہر طرح کی بے حیائی اور بدکاری کے مرتکب ہوتے، رشتہ داروں کے حقوق پر باد کرتے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے اور ہر قوی کمزور کو کھاتا تھا۔ اسی حالت

پر ہم ایک مدت تک رہے: حَتَّى بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِّنَّا نَعْرِفُ نِسْبَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ وَعَقَابَهُ

”یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جس کی عالی نسبیت ہے، جس کی راست گوئی ہے، جس کی امانت و دیانت ہے اور جس کی عفت و پاکدامنی سے ہم خوب واقف تھے“

انہوں نے اللہ عز و جل کی طرف دعوت دی تاکہ صرف اسی کو مانیں، اسی کو اپنا معبود بنائیں اور ان پتھروں اور دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے اسلاف پوجا کر رہے تھے،

وَأَمَرْنَا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَحُسْنِ الْجَوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالِدِمَاءِ وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ، وَشَهَادَةِ الزُّوْرِ، وَاتِّخَالِ مَالِ الْيَتِيمِ وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ، وَأَمَرْنَا أَنْ نُعْبُدَ اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَيْنَا الزَّكَاةَ

”اس پیغمبر نے ہم کو سچی بات کہنے، امانت ادا کرنے، رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے، حرمتوں سے باز رہنے اور خون ریزی سے رک جانے کی تعلیم دی۔ انہوں نے ہمیں بدکاریوں سے، جھوٹی گواہی دینے سے، یتیم کا مال ہڑپ کرنے سے اور عقیقہ پاکدامن عورت پر بہتان لگانے سے منع کیا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سوائے اللہ واحد کے کسی اور کو معبود نہ بنائیں، اس کے ساتھ کسی کو ذرا بھی شریک نہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔“ (مسند احمد ۱/۲۰۲، ۲۹۱)

”دنیا کے امین“ اور ”عرب کی طاہرہ“ کا نکاح

نبی اکرم ﷺ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا، آپ ﷺ سے جس نے معاملہ کیا، دیانت دار پایا، آپ ﷺ کی امانت داری اور راستبازی کی شہرت گھر گھر پہنچ گئی، لوگ آپ ﷺ کو الصادق اور الامین کے وصف سے پکارتے، آپ ﷺ تجارت میں بعض لوگوں کو شریک بھی بنا لیتے، آپ ﷺ کے شرکائے تجارت کی کئی شہادتیں سیرت اور حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ تجارتی معاملات میں کس قدر امانت داری اور راست بازی کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت سائب مخزومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

اتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَجَعَلُوا يُشْنُونَ عَلَيَّ وَيَذْكُرُونَنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَنَا اَعْنَمُكُمْ يَعْنِي بِهِ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا نَبِيَّ وَامِي كُنْتُ شَرِيكِي فَنِعِمَّ الشَّرِيكُ كُنْتُ لَا تُدَارِي وَلَا تُمَارِي (مختصر ابو داؤد للمنذري، باب في كراهية المراء، كتاب الادب، واخرجه النسائي وابن ماجه)

جب میں مسلمان ہو کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام میری تعریف کرنے لگے اور میرے متعلق بتانے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اس کے متعلق میں تم سے زیادہ جانتا ہوں“ میں نے کہا ”میرے ماں باپ آپ پر قربان واقعی آپ نے سچ فرمایا، آپ میرے شریک تجارت تھے اور

بڑے عمدہ شریک تھے، نہ آپ فریب کرتے اور نہ لجاجت (یعنی اصرار)۔“
اسی طرح حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَرِيكِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَانَ خَيْرَ شَرِيكِ لَا يَمَارِي وَلَا يُشَارِي (الاصابع ۳/۲۳۸)

”آنحضرت جاہلیت کے زمانہ میں میرے شریک تھے اور بڑے اچھے شریک تھے نہ تو اصرار کرتے تھے اور نہ جھگڑا۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی نے نبی اکرم ﷺ کی تجارت میں امانت و دیانت کا تذکرہ کر دیا۔ حضرت خدیجہ مکہ کی ایک مشہور مالدار عورت تھیں، جو بیوہ ہو چکی تھیں۔ ان کے خاوند چونکہ بہت کاروباری آدمی تھے اس لئے وہ اپنے کاروبار کو جاری رکھنے کیلئے کسی ایسے ملازم کی متلاشی تھیں، جو تجارتی لائن میں تجربہ کار بھی ہو اور دیانت دار بھی ہو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چونکہ نہایت نیک اور پاک باز عورت تھیں جن کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ:

كَانَتْ تُدْعَى فِي قُرَيْشٍ بِالطَّاهِرَةِ

(الایجاز فی شمائل السیرۃ ووجوہ الاعجاز)

یعنی جس طرح آنحضرت اپنے مکارم اخلاق کی وجہ سے ”امین“ مشہور تھے اسی طرح حضرت خدیجہ اپنی پاک دامنی کی وجہ سے قریش کی عورتوں

میں ”ظاہرہ“ کے لقب سے معروف تھیں۔

لہذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے حسن معاملہ اور صدق و امانت کی خبر پہنچی تو انہوں نے پیغام کے ذریعے پیش کش کی کہ آپ ان کا مال تجارت کیلئے ملک شام لے کر جائیں، بہت بڑے مورخ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ

وَكَانَتْ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ امْرَأَةً تاجِرَةً ذَاتَ شَرَفٍ وَمَالٍ تَسْتَأْجِرُ الرِّجَالَ فِي مَالِهَا وَتُضَارِبُهُمْ أَيَّامَ بَشَنِي تَجْعَلُهُ لَهُمْ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ قَوْمًا تُجَارًا، فَلَمَّا بَلَغَهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا بَلَغَهَا، مِنْ صِدْقِ حَدِيثِهِ وَعَظَمِ أَمَانَتِهِ وَكَرَمِ اخْلَاقِهِ، بَعَثَتْ إِلَيْهِ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ أَنْ يُخْرَجَ فِي مَالٍ لَهَا إِلَى الشَّامِ تاجِرًا وَتُعْطِيهِ أَفْضَلَ مَا كَانَ تُعْطِي غَيْرَهُ مِنَ التُّجَارِ، مَعَ غُلَامٍ لَهَا مَيَسِرَةً فَقَبِلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْهَا وَخَرَجَ فِي مَالِهَا ذَلِكَ، وَخَرَجَ مَعَهُ غُلَامُهَا مَيَسِرَةً حَتَّى قَدِمَ الشَّامَ

(السيرة النبوية لابن هشام ۱/ ۱۸۸)

”خدیجہ بنت خویلد ایک معزز مالدار اور تاجر خاتون تھیں، لوگوں کو اپنا مال تجارت کیلئے دیتی تھیں اور مضاربت کے اصول پر ایک حصہ طے کر لیتی تھیں پورا قبیلہ قریش ہی تاجر پیشہ تھا، جب انہیں رسول اللہ ﷺ کی راست گوئی، امانت اور مکارم اخلاق کا علم ہوا تو انہوں نے ایک پیغام کے ذریعے پیش کش کی کہ آپ ان کا مال لے کر تجارت کیلئے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام

تشریف لے جائیں، وہ دوسرے تاجروں کو جو کچھ دیتی ہیں اس سے بہتر اجرت آپ کو دیں گی، آپ نے یہ پیش کش قبول کر لی اور ان کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں بھی برکت عطا فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کو اس تجارت میں کافی نفع حاصل ہوا واپس آئے اور سب مال خدیجہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال میں ایسی برکت دیکھی کہ پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور دوسری طرف وہ حضور ﷺ کے اخلاقی حالات پر فریفتہ ہو رہی تھیں جو میسرہ سے سنے۔

بالآخر خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بہت غور و خوض کے بعد (اس خدیجہ نے جس سے بڑے بڑے سرداران عرب نکاح کی درخواست کر کے ناکام رہ چکے تھے) خود ہی حضور ﷺ سے نکاح کی درخواست کی اور اپنی سہیلی نفیسہ کی زبانی کہلا بھیجا کہ:

إِنِّي قَدْ رَغِبْتُ فِيكَ لِقَرَابَتِكَ، وَسَطْنِكَ فِي قَوْمِكَ
وَأَمَانَتِكَ وَحُسْنِ خُلُقِكَ وَصِدْقِ حَدِيثِكَ (ابن ہشام/۱۸۹)

”آپ سے قرابت کی بناء پر (کیونکہ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی اکرم ﷺ کے خاندان سے جاملتا ہے) اور آپ کی قوم میں اعلیٰ مرتبت کی بناء پر آپ کی امانت، حسن خلق اور راست گوئی کی وجہ سے میں آپ سے نکاح کی خواہش رکھتی ہوں۔“

حضور ﷺ نے اپنے اقرباء سے مشورہ کر کے اس درخواست کو منظور فرمایا اور ”عرب کی طاہرہ“ اور ”دنیا کے امین“ کا نکاح ہو گیا۔

امانت نبوی کا اعتراف

ہر دور میں اخلاق فاضلہ سے متصف لوگوں کو معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا اور صفات رذائل میں ملوث افراد کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا نبی اکرم ﷺ جو فطرت سے خلق عظیم سے متصف اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے، امانت، دیانت، صداقت، شرافت، حسن تدبیر جیسے اچھے آداب گویا کہ آپ کی ذات میں تربیت خداوندی کا ہی کرشمہ ہے۔

أَذْبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي

”میرے پروردگار میری بہت اچھی تربیت فرمائی“

لوگ آپ کو ”الصادق الامین“ کے لقب سے پکارتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے حسن تدبیر کا ایک واقعہ سیرت کی کتابوں میں مرقوم ہے خانہ کعبہ کی تعمیر نو ہو رہی ہے، تعمیر کیلئے الگ الگ قبیلے کا حصہ مقرر تھا۔ دیواریں اونچی ہوئیں اور حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو اس شرف اور سعادت کو حاصل کرنے کیلئے تلواریں کھینچ گئیں۔ عرب کے دستور کے مطابق دعویداروں نے خون سے بھرے پیالے میں انگلیاں ڈبو ڈبو کر جان بڑا دینے کی قسم اٹھالی۔ چار روز تک یہی جھگڑا رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کہ اندیشہ تھا کہ سرزمین حرم میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

ان میں سے ایک بزرگ ترین آدمی ابو امیہ ولید بن مغیرہ مخزومی نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کیلئے ایک تجویز پیش کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم کعبہ میں آئے اس کو اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔ سب نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔

حسن اتفاق سے سب سے پہلے حرم پاک میں محمد رسول اللہ ﷺ ہی پہنچے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو بیک زبان پکار اٹھے:

هَذَا مُحَمَّدٌ الْاَمِينُ رَضِينَا بِهِ حَكَمًا

”یہ آگئے محمد ﷺ یہ امین ہیں ہم ان کو اپنا حکم ماننے پر راضی ہیں“

آپ نے ان کی بات کو غور سے سنا اور فرمایا ہر قبیلہ اپنا سردار منتخب کر لے۔ آپ کی رائے کے مطابق ہر قبیلے نے اپنا سردار منتخب کیا۔ آپ نے ایک چادر منگوائی اور اپنے ہاتھ مبارک سے حجر اسود کو اس کے درمیان رکھا اور قبائل کے نمائندوں سے کہا کہ چادر کے کناروں کو تھام کر اوپر اٹھائیں۔ جب چادر مقام ابراہیم کے برابر آگئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر نصب کر دیا۔ یہ بڑا معقول فیصلہ تھا اس پر ساری قوم راضی ہو گئی اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو سر زمین حرم میں قتال اور خون خرابے سے بھی بچا لیا اور ان پر اپنے رسول امین کی حکمت و دانائی کے ذریعے مہربانی فرمائی کہ ان کی اپنی تجویز کے مطابق تو ہر لحاظ سے یہ شرف تھا آپ ﷺ کا حصہ تھا تاہم آپ نے سب قبیلوں کو شریک سعادت کر لیا۔



حضرت یوسف علیہ السلام کی امانت باعثِ رفعت

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی صحیح تعبیر اور ساتھ ہی عمدہ تدبیر بھی بتلا دی تو بادشاہ بڑا متاثر ہوا اور سمجھ گیا کہ وہ شخص جسے ایک عرصہ سے جیل میں ڈالا ہوا ہے وہ تو بڑی صلاحیتوں کا مالک معلوم ہوتا ہے لہذا اس نے قاصد کو بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ الْمَلِكُ اَتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارجعْ اِلَي رَبِّكَ فَسْأَلُهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ (یوسف: ۵۰)

”بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ اپنے بادشاہ کے پاس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے ان کے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے۔“

یعنی یوسف علیہ السلام نے جیل سے باہر آنے کیلئے یہ شرط لگائی کہ جب تک اس جرم کی تحقیق نہیں کی جائے گی جس کی وجہ سے مجھے جیل میں ڈال دیا گیا تھا اتنے تک میں جیل سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔

بادشاہ نے ان عورتوں کو بلایا اور پوچھا:

قَالَ مَا خَطْبُكَ إِذْ رَأَوْنِي بِمِصْرَ ۚ لَمَّا خَلَّيْتُ الْوَصْلَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَأْتِيَنَّكَ أَمْرٌ ۖ فَمُتَّحِبَةً إِلَىٰ بِهَيْمَةَ الْمَلِكِ ۖ فَبَتُّ فِي الْمَمَلِكِ لَمَّا لَمْ يَنْصُرْنِي بِقِيَمَتِي ۖ فَفَزِعْتُ لَمَّا تَوَلَّوْتُ ۖ فَوَجَدُوكُمْ أُمَمًا لَّا يُفْقَهُونَ ۖ فَخَرَّيْتُكَ فِي سَبَكٍ ۖ فَاتَّخَذْتُكَ بِرَأْسِ الْمَدِينِ ۚ لَمَّا جَاءَ الْحَمْدُ ۖ فَجَعَلْتُكَ يَدِ الْإِمَامِ ۚ وَكُنَّ عَائِلَةً مِّنَ الْمُقَرَّبِينَ ۚ قُلْ إِنِّي أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ (سورۃ یوسف: ۵۰)

”بادشاہ نے پوچھا اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے بہکانا چاہتی تھیں، انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی پھر تو عزیز مصر کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات نھر آئی میں نے ہی اسے ورغلا یا تھا اس کے جی سے اور یقیناً وہ بچوں میں سے ہے۔“

اب حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا اعلان خود زلیخا کی زبان سے بھی سامنے آ گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ بے گناہ ہیں تو یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے دربار میں اپنے معاملہ کی تحقیق کی وجہ بتائی کہ میں نے یہ تحقیق اس لئے کرائی ہے تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّي لَمْ اخْنُهِ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْغٰثِيْنَ (یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ اس واسطے کہ (عزیز مصر) جان لے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ دغا بازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے علم و فضل اور امانت و صداقت کا ڈنکا

پورے ملک میں بج گیا تو بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اپنا مشیر خاص بنانے کا ارادہ کر لیا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اَتُونِيْ بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ
اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدِنَا مَكِیْنٌ اٰمِیْنٌ (سورۃ یوسف ۵۴)

”اور بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کیلئے مقرر کر لوں، پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ آپ آج سے ہمارے ذی عزت اور امانت دار ہیں“

حضرت یوسف علیہ السلام نے وزارت خزانہ کا مطالبہ کیا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَاۤئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (یوسف ۵۵)
”(یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ آپ مجھے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔“

اس کے بعد تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہت بھی عطا فرمادی۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لَیُوسُفَ فِی الْاَرْضِ یَتَّبِعُوْا مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ، نُّصِیْبُ
بِرَحْمَتِنَا مِنْ نَّشَآءٍ وَّلَا نُنْصِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (یوسف ۵۶)

”اس طرح ہم نے یوسف کو ملک کا قبضہ دے دیا کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے ہے ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں، ہم نیکو کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔“

بہر کیف حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ عزت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان کے صدق و امانت کی وجہ سے حاصل ہوا اور اسی طرح امانت و دیانت ان کی رفعت کا سبب بن گئی۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امانت باعث برکت

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو اس کے گھاٹ پر دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہا ہے اور دو عورتوں کو اپنے جانور رو کے کھڑے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں رحم آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتیں؟ تو انہوں نے کہا ”جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں تاکہ مردوں سے ہمارا اختلاط نہ ہو اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں اس لئے وہ خود گھاٹ پر نہیں آ سکتے“ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ان جانوروں کو پانی پلایا اور پھر ایک درخت کے سائے تلے آ کر مصروف دعا ہو گئے اور کہنے لگے:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٌ (اقصص: ۲۳)

”اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں“ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان دونوں میں سے ایک لڑکی ان کی طرف شرم و حیاء سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی ”میرے باپ

آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں“ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا یعنی اپنے مصر کی سرگزشت اور فرعون کے ظلم و ستم کی تفصیل سنائی جس پر انہوں نے کہا کہ یہ علاقہ فرعون کی حدود حکمرانی سے باہر ہے اس لئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اللہ نے آپ کو ظالموں سے نجات عطا فرمادی ہے۔

قَالَتْ احْذَاهُمَا يَا بَيْتِ اسْتَا جِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مِّنْ اسْتَا جِرْتِ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ
”ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اباجی! آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔“ (قصص ۲۵)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ”باپ نے بچیوں سے پوچھا تمہیں کس طرح معلوم ہے کہ یہ طاقتور بھی ہے اور امانت دار بھی جس پر بچیوں نے بتلایا کہ جس کنویں سے پانی پلایا، اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوتا ہے کہ اسے اٹھانے کیلئے دس آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہم نے دیکھا کہ اس شخص نے وہ پتھر اکیلے ہی اٹھا لیا اور پھر بعد میں رکھ دیا، اسی طرح جب میں اس کو بلا کر اپنے ساتھ لا رہی تھی تو چونکے راستے کا علم مجھے ہی تھا میں آگے آگے چل رہی تھی اور یہ پیچھے پیچھے لیکن ہوا سے میری چادر اڑ جاتی تھی تو اس شخص نے کہا کہ تو پیچھے چل میں آگے آگے چلتا ہوں تاکہ میری نگاہ تیرے جسم کے کسی حصے پر نہ پڑے راستے کی نشان دہی کیلئے پیچھے سے پتھر، کنکری مار دیا کر۔ میں اس سے سمجھ کر

سیدھا راستہ جان لوں گا اور اسی پر چلوں گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَالِ صَحَّتِهِ (تفسیر القرآن العظیم لابن، ابن کثیر ۶/۲۳۹)

بہر کیف حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امانت و دیانت کی بناء پر ان کو ملازم بھی رکھ لیا اور ان سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کر دیا۔



”امین الامت“ کا مقام عالی شان

نبی اکرم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کی جانب ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزیں ترتیب وار ذکر کی گئی تھیں:

(۱) اسلام قبول کر لو (۲) یا جزیہ ادا کرو (۳) یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ

نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے شرمیل عبداللہ بن شرمیل اور جبار بن فیض کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں نے آ کر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے میں ان لوگوں نے انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا اتنے میں آیت مبہلہ نازل ہوئی۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ، ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران: ۶۱)

”پس جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آ جانے کے بعد آپ سے اس

میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے بیٹوں کو اور ہم تم اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی جانوں کو بلا لیں پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔“

اس پر آپ ﷺ نے نصاریٰ کو مہبلہ کی دعوت دی اور خود بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر مہبلہ کیلئے تیار ہو کر تشریف لائے، شرحبیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کا نبی ہے، نبی سے مہبلہ کرنے میں ہماری ہلاکت ہے، بربادی یقینی ہے، اس لئے نجات کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرو، ساتھیوں نے کہا کہ تمہارے نزدیک نجات کی کیا صورت ہے؟ اس نے کہا کہ میرے نزدیک بہتر صورت یہ ہے کہ نبی کی رائے کے موافق صلح کی جائے چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر دی، جس پر انہوں نے بھی منظور کر لیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۲۳)

حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! اپنے صحابہ میں سے ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو روانہ فرمائیں جسے آپ مناسب سمجھتے ہوں، وہ ہمارے ان باہمی مالی اختلافات کو نبٹائے جو شومی قسمت سے شدت اختیار کر چکے ہیں۔

فَإِنَّكُمْ عِنْدَنَا رِضًا ”ہم برملا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں مسلمان

بہت پسند ہیں“

ان کی باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَتُونِي الْعَشِيَّةَ اَبْعَثْ مَعَكُمْ الْقَوِيَ الْاَمِينِ

”شام کو میرے پاس آنا میں آپ کے ساتھ ایک ایسا شخص روانہ کر دوں گا جو طاقتور بھی ہے اور امانت دار بھی۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

مَا أَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ قَطُّ حَبِي اَيَّاهَا يَوْمُنِيذٍ ، رَجَاءً اَنْ اَكُوْنَ

صَاحِبَهَا فَرُحْتُ اِلَى الظُّهْرِ مُهَجِّرًا

”میں کبھی امارت کا شوق دل میں نہیں لایا مگر اس دن شوق پیدا ہوا، صرف اس امید پر کہ میں ان صفات کا مصداق قرار پاؤں جو آپ نے وفد کے سامنے بیان فرمائے، لہذا میں اس روز جلدی جلدی نماز ظہر کیلئے مسجد نبوی میں آیا کہ شاید اس انتخاب میں میرا نام آجائے“

آپ جب نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو بڑے غور سے دائیں بائیں دیکھنے لگے:

فَجَعَلْتُ اَتَطَاوُلُ لَهُ لِيَرَانِي

”اس دوران میں نے اپنا سراو پر اٹھایا تا کہ آپ کی نظر مبارک مجھ پر پڑے“

آپ مسلسل نمازیوں کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ آپ کی نظر

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پر پڑی انہیں اشارے سے اپنے پاس بلایا اور

ارشاد فرمایا: اُخْرِجْ مَعَهُمْ ، فَاقْضِ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ
آپ اس وفد کے ساتھ جائیں اور ان کے باہمی اختلافات کو عدل و
انصاف کے ساتھ نبٹائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس موقع پر بے اختیار پکار اٹھا کہ:
فَذَهَبَ بِهَا أَبُو عُبَيْدَةَ رضی اللہ عنہ ”آج ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہم سے بازی لے گئے“
(ابن کثیر ۴/۲۲ حیات صحابہ کے درخشاں پہلو)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سلسلہ میں یوں حدیث بیان فرمائی کہ:
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجران کے سرداروں میں سے عاقب
اور سید دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، دونوں چاہتے تھے کہ حضور ہم سے
مہبلہ کریں راوی کا بیان ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان سے
مہبلہ نہ کرو۔

فَوَاللَّهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَا عَنَّا لَا نَفْلُحَ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا
”اللہ کی قسم! اگر یہ نبی ہوئے اور ہم سے مہبلہ ہو گیا تو ہم اور ہمارے
بعد نسلیں بھی فلاح نہیں پائیں گی۔“

دونوں کہنے لگے کہ حضور! جو آپ ہم سے مانگیں گے ہم اتنا مال پیش
کر دیا کریں گے۔

وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعُثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا ”اور آپ
ہمارے ساتھ کوئی امانت دار آدمی بھیج دیں اور ایسا نہ بھیجے جو امانت دار نہ ہو“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لَا بَعَثَنَّا مَعَكُمْ رَجُلًا آمِنًا حَقَّ آمِنٍ
 ”میں تمہارے ساتھ ساتھ ایسا امانت دار آدمی بھیجوں گا جو حقیقت میں
 امین ہے“

فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
 ”اس پر صحابہ کرام ﷺ اسے دیکھنے کا انتظار کرنے لگے“
 آپ ﷺ نے فرمایا: قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ”اے عبیدہ کھڑے
 ہو جاؤ“ جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 هَذَا آمِنٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ ”یہ اس امت کے امین ہیں“
 اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

لِكُلِّ أُمَّةٍ آمِنٌ وَآمِنُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ
 ”ہر امت میں ایک امین ہوا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن
 جرّاح رضی اللہ عنہ ہیں۔“ (بخاری، کتاب المغازی باب قصة اهل نجران)
 بہر کیف حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کو زبان
 نبوت سے ”امین الامت“ کا خطاب عطا ہوا اور یہ بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے۔



امانت داری پر شہادت نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قُلْنَا لَوْ جَلَسْنَا حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَهُ الْعِشَاءَ قَالَ جَلَسْنَا فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا زِلْتُمْ هَاهُنَا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّيْنَا مَعَكَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ قُلْنَا نَجْلِسُ حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَكَ الْعِشَاءَ قَالَ أَحْسَنْتُمْ أَوْ أَصَبْتُمْ قَالَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَكَانَ كَثِيرًا مِمَّا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءُ مَا تُوعَدُ وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبَتْ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَتْ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ ”ہم نے مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی، پھر ہم نے کہا اگر ہم (یہیں آپ کے ساتھ) بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء آپ کے ساتھ پڑھیں تو بہتر ہوگا، پھر ہم بیٹھے رہے اور آپ ﷺ باہر تشریف لائے آپ نے فرمایا: ”تم یہیں بیٹھے رہے؟“ ہم نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر ہم نے کہا اگر ہم بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھیں تو بہتر ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا“ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا آپ ﷺ اور اکثر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے، پھر فرمایا:

”ستارے آسمان کے محافظ اور امین ہیں جب ستارے ٹوٹ جائیں گے تو آسمان کیلئے بھی جو وعدہ ہے (پھٹنے اور خراب ہونے کا) وہ آن پہنچے گا اور میں اپنے اصحاب کا محافظ ہوں جب میں دنیا سے چل دوں گا تو میرے اصحاب کیلئے جو وعدہ ہے (آپس میں پھوٹ ہونے کا) وہ آپہنچے گا اور میرے اصحاب میری امت کے امین اور محافظ ہیں (ان کو احکام دین بتاتے ہیں) جب میرے اصحاب دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو میری امت کیلئے جو وعدہ ہے (طرح طرح کی بدعتیں ان میں ظاہر ہونے کا اور فتنے اور فسادات نمودار ہونے کا اور اس طرح گمراہ ہو جانے کا) وہ آپہنچے گا“ (مسلم، کتاب الفضائل)

اسی طرح ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں جس میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کو امانت داری کا دور قرار دیا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. قَالَ
عِمْرَانُ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ. قَالَ النَّبِيُّ
ﷺ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمِنُونَ وَيَشْهَدُونَ وَلَا
يُسْتَشْهَدُونَ وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُقَوَّنَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جوان کے قریب ہوں گے۔ حضرت عمران نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد دو قرون کا ذکر فرمایا یا تین کا۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہارے بعد ایسی قوم ہے کہ وہ خیانت

کریں گے اور امانت دار نہیں ہوں گے، وہ گواہی دیں گے حالانکہ انہیں گواہ بنایا نہیں جائے گا، منت مانیں گے لیکن اسے پوری نہیں کریں گے ان کے جسموں سے موٹا پاٹا ہر ہوگا“ (بخاری، کتاب الشهادات باب لا يشهد على شهادة جور اذا اشهد)



تاجر امانت دار انبیاء کے ساتھ

جو تاجر خرید و فروخت میں نرمی سے کام لے اس کیلئے نبی اکرم ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمَحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَىٰ وَإِذَا اقْتَضَىٰ

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب السهولة والساحة في الشراء في البيع)
”اس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو نرمی اور خوش اخلاقی برتا ہے خریدنے میں اور بیچنے میں اور اپنے قرض کا تقاضا کرنے میں“

اسی طرح امانت دار تاجر کا مقام و مرتبہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

(سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء في التجار)

”سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔“

تجارت بظاہر ایک دنیا دارانہ کام ہے لیکن اگر اس میں سچائی اور دیانت

داری برتی جائے تو وہ عبادت بن جاتی ہے اور ایسے تاجر کو خدا کے پاک باز بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے والوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔



امانت دار چرواہے

کی قدر دانی

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر ایک ڈیرے پر تشریف لے گئے، ساتھیوں نے کھانا تیار کیا اور دسترخوان پر کھانا لگا دیا اور کھانے لگے کہ وہاں ایک بکریوں کا چرواہا گزرا اور اس نے سلام کہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ آؤ تم بھی اس دسترخوان سے کچھ کھاؤ، اس نے کہا: اِنِّیْ صَائِمٌ ”میں روزے سے ہوں“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اتنا سخت گرم دن ہے لو چل رہی ہے اور تو نے روزہ رکھا ہوا ہے اور ساتھ بکریاں بھی چرا رہے ہو!“ تو اس نے کہا:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ اَبَا دِرْ اَیَّامِیْ ہِذِہِ الْخَالِیَۃِ

”رب کی قسم! میں تو اپنے ان فراغت والے دنوں کو غنیمت سمجھتا ہوں“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ورع اور پرہیزگاری کا امتحان لینے کے ارادے سے اس کو کہا:

”کیا ہمیں اپنی بکریوں میں سے ایک بکری نہیں بیچ دیتے؟ ہم آپ کو اس کی قیمت دے دیتے ہیں اور اس کا کچھ گوشت بھی دے دیں گے جس سے آپ روزہ افطار کر لیں“

تو اس نے کہا: إِنَّهَا لَيْسَتْ لِي بِغَنَمٍ إِنَّهَا عَنْمُ سَيِّدِي
 ”یہ بکریاں میری نہیں بلکہ یہ (میرے پاس) میرے آقا کی (امانت) ہیں“
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”ایک بکری کے گم ہو جانے سے تیرے آقا کو کیا پتہ چل سکے گا اور وہ کیا کر سکے گا“

چرواہے نے یہ بات سنی تو واپس چلا گیا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھائے ہوئے کہتا جا رہا تھا: فَأَيْنَ اللَّهُ ”تو پھر اللہ کہا چلا گیا“ (یعنی اگر میرے آقا کو پتہ نہ بھی چلے گا تو میرے اللہ کو تو پتہ چل جائے گا کہ اس نے خیانت کی ہے اور وہ اس پر میری گرفت کرے گا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس چرواہے کی اس بات کو بار بار دہرا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قَالَ الرَّاعِيْ فَأَيْنَ اللَّهُ ”چرواہے نے کہا، تو پھر اللہ کہاں ہے۔“

حضرت نافع کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واپس مدینہ آئے تو انہوں نے اس کے آقا کی طرف قاصد بھیجا اور اس سے بکریاں اور چرواہا خرید لیا۔

فَاعْتَقَ الرَّاعِيْ وَوَهَبَ مِنْهُ الْغَنَمَ (اسد الغابہ ۳/۲۲۸)

”چرواہے کو آزاد کر دیا اور اپنی طرف سے کچھ بکریاں بھی اسے دے دیں۔“



امانت کی حفاظت علم کی علامت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نو جوانی کی عمر میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر آنکے اور پوچھا کہ:

هَلْ مَعَكَ مِنْ لَبَنٍ ”کیا تیرے پاس دودھ ہے؟“

میں نے کہا:

دودھ تو ہے وَلَكِنِّي مُؤْتَمَنٌ ”لیکن یہ میرے پاس امانت ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمیں وہ بکری دے دو جو دودھ دینے کی صلاحیت سے ناواقف ہے۔“ تو میں آپ کے پاس پٹھوری لے آیا، آپ نے اس کو پکڑ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا اور اللہ سے دعا کی، بکری نے دودھ اتار لیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک پیالہ لے آئے، آپ نے اس میں دودھ دھویا، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اشْرَبْ! پیجے، فَشَرِبَ أَبُو بَكْرٍ..... حضرت ابو بکر نے پیا..... ثُمَّ شَرِبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَهُ..... پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنوں سے کہا: سَكَّرَ جَاوُ، وہ سکر کر پہلی حالت میں ہو گئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نبی ﷺ کے قریب آ گیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کلام جو آپ نے پڑھی ہے، مجھے بھی سکھا دیجئے تو نبی ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اِنَّكَ غُلَامٌ مُّعَلَّمٌ تو پہلے ہی تعلیم یافتہ لڑکا معلوم ہوتا ہے۔“

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن اثیر ۳/۲۵۶، مسند احمد ۱/۴۶۲)

نبی اکرم ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الفاظ کہہ کر ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ امانت کی حفاظت اور پاس داری کرنا دراصل الہامی اور فطرتی ہے جو انسان کی عظمت اور اس کے علوم تربیت کا سبب بنتا ہے۔ ایسے علم سے ہی آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہوتی ہے اور ایسے علم کی برکت سے ہی آدمی جھوٹ، فریب، خیانت اور بددیانتی سے محفوظ رہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا عِلْمًا نَّافِعًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا



امانت داری کی بناء پر آقا نے غلام کو داماد بنا لیا

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہمدان میں ایک تاجر (جو بنو تمیم کے ایک قبیلہ بنو حنظلہ سے تعلق رکھتا تھا) کے غلام تھے، مبارک اپنے آقا کے نہایت مطیع و فرماں بردار غلام اور نہایت متقی اور پرہیزگار تھے ان کی دیانت داری ضرب المثل تھی، ایک عرصہ تک اپنے آقا کے باغ

میں اس کی حفاظت کا کام کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ترش اور شیریں انار میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کا آقا باغ میں آیا اور اس نے مبارک سے کہا اِدْرِيدُ مَا نَا خُلُوْا ”مجھے شیریں انار مطلوب ہے“

وہ گئے اور ایک درخت سے انار توڑ کر اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دیا آقا نے کھانا شروع کیا تو وہ ترش نکلا اور اس نے کہا:

اَطْلُبُ الْخُلُوْ فَتَحْضُرُ لِي الْحَامِضُ

”میں شیریں مانگتا ہوں اور تو ترش لا کر پیش کر رہا ہے!“

آقا نے پھر کہا کہ ”شیریں انار لاؤ“

اب کی بار جولائے تو وہ بھی ترش نکلا، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا تو آقا نے مبارک کو مخاطب ہو کر کہا:

اَنْتَ مَا تَعْرِفُ الْخُلُوْ مِنْ الْعَاِضِ؟

(باغ میں نام کرتے تجھے اتنا عرصہ ہو گیا ابھی تک) تجھے ترش اور شیریں کے درمیان فرق معلوم نہیں؟ مبارک نے کہا کہ نہیں!

آقا نے کہا: كَيْفَ ذٰلِكَ ”بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔؟“

انہوں نے جواب دیا: لَا اَنْبِيْ مَا اَكَلْتُ شَيْئًا حَتّٰى اَعْرِفَهُ

”میں نے کوئی انار کھایا تو ہڈی ہے جو مجھے ترش اور شیریں کی پہچان ہو“

آقا نے کہا: لَمْ وَلَمْ تَاْكُلْ ”تم نے کیوں اب تک کوئی انار نہیں

”کھایا؟“

آپ نے جواب دیا: لَا تُنْك مَا أَذْنْتُ لِي ”اس لئے کہ آپ کی طرف سے مجھے اجازت ہی نہیں ملی تھی۔“

آقا نے اس بات کی تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ مبارک نے جو کچھ کہا تھا درست تھا۔ اس شخص کو مبارک کی اس درجہ دیانت داری پر سخت حیرت ہوئی اور اس دن سے اس کو ان کے ساتھ ایک گرویدگی سی پیدا ہو گئی۔

چنانچہ آپ کو باغبانی کے فرائض سے سبکدوش کر کے اس نے آپ کو اپنے مصاحبین میں شامل کر لیا۔

مبارک کے آقا کی ایک لڑکی جوان تھی اس نے اس کی شادی کرنے کا ارادہ کیا اور مبارک سے مشورہ لیا کہ لڑکی کی شادی کہاں کی جائے؟ آپ نے جواب دیا کہ دنیا میں چار قسم کے رشتے رواج پذیر ہیں:

- ① عہد جاہلیت میں لوگ حسب کی تلاش کرتے تھے۔
- ② یہودیوں کو داماد بنانے کیلئے مالدار کی جستجو ہوتی تھی۔
- ③ نصاریٰ و عیسائی خوبصورتی اور حسن و جمال کو ترجیح دیتے تھے۔
- ④ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک دین دار ہونا

شرط شادی سمجھا جاتا ہے

اب ان چار قسموں میں سے جو قسم آپ کو پسند ہو، آپ اختیار فرما سکتے ہیں مبارک کے آقا کو ان کا یہ جواب بہت پسند آیا اور اس کے عقل و دانش

کی داد دی، گھر جا کر اپنی بیوی سے یہ سارا قصہ کہہ سنایا اور اس سے مشورہ کیا کہ اپنی بیٹی کو مبارک کے حوالہ عقد میں دے دیا جائے، کیونکہ زہد و ورع، تقویٰ، طہارت، عفت و پاک دامنی، نیکی و پارسائی، اسلام پسندی اور بلند اخلاقی، دیانت و امانت، فہم و فراست اور عقل و شعور کے لحاظ سے یہ اپنا جواب نہیں رکھتا، آخر کار میاں بیوی راضی ہو گئے اور لڑکی کی شادی مبارک سے کر دی گئی۔

(ابن خلکان، شذرات الذهب ۱/ ۲۹۶، بستان المحدثین)

امانت کی فکر ہو تو ایسی

کون ہے جو کبھی سفر پر نہ گیا ہو یا پردیس میں، اور اس کو اس حالت میں اگر کوئی مجبوری پیش آ جائے، جہاں اس کو کوئی جاننے پہچاننے والا بھی نہ ہو، کتنا اچھا ہے وہ آدمی جو اس کا تعاون کرے۔

اور اگر وہ آدمی کسی سے قرض مانگے تو کوئی اس کو رب پر بھروسہ کرتے ہوئے قرض دے دے، لیکن اس آدمی کو بھی چاہئے کہ وہ امانت (قرض) بہر صورت واپس پہنچائے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَأِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَنْ مَقْبُوضَةً، فَإِنْ آمَنَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ فَلَئُوذُ الَّذِي أُوتِمْنَ أَمَانَتُهُ وَلَيْتَقِيَ اللَّهُ رِيبَةً (سورة البقرة: ۲۸۳)

”اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو، ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت (قرض) دی گئی

ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے کسی شخص کا ذکر کیا اس نے بنی اسرائیل کے کسی فرد سے ایک ہزار دینار قرض مانگا اس نے گواہ لانے کو کہا تا کہ گواہی دے، اس نے کہا کُفْی بِاللّٰهِ شَهِيدًا ”اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے“ پھر اس نے کہا اچھا: اِئْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ ”کوئی ضامن (ہی) لے آؤ“ اس نے جواب دیا كُفِيَ بِاللّٰهِ كَفِيْلًا ”اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہی کافی ہے“

اس نے کہا: صَدَقْتُ ”تم نے سچ کہا“

چنانچہ اس نے معینہ عرصے کیلئے ایک ہزار دینار دے دیئے مقرض سمندری سفر کیلئے چل دیا اور اپنی ضروریات پوری کیں، اب مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد وہ کشتی کی جستجو میں لگ گیا تا کہ مقررہ میعاد میں قرض خواہ تک پہنچ سکے لیکن کشتی نہ مل سکی ناچار اس نے ایک لکڑی لی، اس نے اسے کھود کر اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط قرض خواہ کے نام رکھ دیا پھر اس کا منہ بند کر کے سمندر کے کنارے آیا اور کہا ”اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگا تو اس نے مجھ سے ضامن طلب کیا میں نے تیری ذات کو ضامن بنایا، اس نے گواہ چاہا میں نے تجھے گواہ بنایا اور وہ اس پر راضی ہو گیا، میں نے بہت کوشش کی کہ سواری مل جائے اور اس کا قرض بھیج دوں لیکن نہ مل سکی۔

وَ اِنِّیْ اَسْتَوْدِعُكَهَا اِسْ لَئِیْ مِیْنِ اَسَیْ تِیْرَیْ سَیْرُ دَکْرَتَاہُوں، اور

اس نے وہ لکڑی سمندر کے اندر پھینک دی، وہ لکڑی بہہ گئی اور یہ واپس چلا آیا، اور وہ اس دوران بھی کشتی کی تلاش میں رہا تا کہ وہ اپنے شہر پہنچ سکے، ایک دن قرض خواہ باہر نکلا کہ شاید کوئی جہاز اس کا مال لے کر آیا ہو اس کی نظر اس لکڑی پر پڑی جس میں دینار تھے، ایندھن کی غرض سے اسے اٹھا لیا جب اسے چیرا تو رقم اور خط اسے ملا بعد ازاں وہ مقروض بھی آ گیا اور ہزار دینار بھی لیتا آیا اور کہا اللہ کی قسم سواری کی بے حد تلاش کے باوجود نہ مل سکی کہ آپ کے پاس مال لے کر آتا، جس جہاز میں آیا ہوں اس سے پہلے کوئی جہاز نہ مل سکا، وہ قرض خواہ بولا:

هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَىٰ بَشِيءٍ

”کیا تم نے کوئی چیز میرے پاس بھیجی تھی؟“

مقروض بولا اُخْبِرْكَ لَمْ أَجِدْ مَرَّ كَبَّا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ

عرض تو کر رہا ہوں کہ اس جہاز سے پہلے مجھے کوئی سواری نہ مل سکی

قرض خواہ نے کہا: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ آذَىٰ عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي

الْخَشَبَةِ فَأَنْصَرِفْ بِالْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا

”اللہ تعالیٰ نے تمہاری وہ چیز مجھ تک پہنچادی جو لکڑی میں تم نے بھیجی تھی

لہذا یہ ہزار دینار خوشی خوشی واپس لے جائیے“

(بخاری، کتاب الکفالة، باب الكفالة في القرض)

دیکھئے! قرض کی ادائیگی میں نیت کا کتنا اثر ہے کہ اس آدمی نے جو قرض

لیا تو اس کی نیت ادا کرنے کی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی اور اس کا دریا

میں پھینکا ہوا مال بھی صاحب حق تک پہنچا دیا، سچ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ

مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ آدَاءَ هَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ
اتِّلَافَهَا اتَّلَفَهُ اللَّهُ

جولوگوں کا مال بطور قرض لے اور وہ نیت اس کے ادا کرنے کی رکھتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس شخص نے مال بطور قرض لیا اور
ادا کرنے کی نیت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی وجہ سے تباہ کر دے گا۔
(بخاری، کتاب الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس يريد اداها او اتلافها)



امانت کو بھی بطور قرض رکھتے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت
زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے موقع پر مجھے بلایا، میں جا کر ان کے پہلو میں کھڑا
ہو گیا تو انہوں نے کہا ”اے عزیز بیٹے! آج یا تو آدمی ظالم کی حیثیت میں قتل کیا
جائے گا یا مظلوم کی حیثیت میں قتل کیا جائے گا اور میں اپنے بارے میں سمجھتا
ہوں کہ مظلوم کی حیثیت میں مارا جاؤں گا اور آج مجھے فکر ہے تو لوگوں کے قرض
کی فکر ہے کہ وہ کسی طرح ادا ہو جائے تمہارا کیا خیال ہے، قرض چکانے کے بعد
کچھ مال بچ رہے گا؟ پھر فرمایا ”اے بیٹے! ہماری جائیداد بیچ کر قرض ادا
کر دینا“

وَأَمَّا كَانَ ذَيْنُهُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ
إِيَّاهُ فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ لَا، وَلَكِنْ هُوَ سَلَفَ إِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ

ان کے ذمہ جو بھی قرض تھا اس کی نوعیت یہ نہیں تھی کہ اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرنے کے سلسلے میں لیا ہو، بلکہ شکل یہ تھی کہ لوگ ان پر اعتماد کر کے اپنی رقم بطور امانت رکھنے آتے تو ان سے کہتے کہ امانت کے طور پر نہ رکھو بلکہ یہ رقم میرے پاس بطور قرض رہے گی تاکہ تمہاری رقم نہ ماری جائے، امانت کے طور پر رکھو گے اور ضائع ہوگئی تو قانوناً تم نہیں لے سکتے اس لئے اس کو قرض جانو کہ اگر یہاں تلف ہو جائے تو تمہارا نقصان نہ ہو۔ (بخاری، کتاب فرض الخس باب بركة الغازی فی ماله حیاً و میتامع النبی و ولایة الامر)



لڑکی نے دودھ میں پانی ملا کر خیانت کرنے سے انکار کر دیا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام عاصم رحمہ اللہ ہے، ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو ہلال کی ایک دوشیزہ سے کرایا حالانکہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس سے نکاح کرنے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ آپ بوڑھے ہو گئے تھے اور آپ کو عورتوں کی خواہش نہ رہی تھی اس لئے آپ نے اپنے فرزند عاصم سے اس کا عقد کر دیا کیونکہ آپ نے اس دوشیزہ کو اس بات کا اہل سمجھا کہ اسے مدینے کے گوشہ والے خیمہ سے نکال کر خلفاء کے گھروں کی زینت بنایا جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنو ہلال کی اس دوشیزہ سے اپنے بیٹے عاصم سے نکاح پر اس واقعہ نے آمادہ کیا جس کو ہم نقل کر رہے ہیں۔

ایک رات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں لوگوں کے حالات معلوم کرنے کیلئے گلیوں میں گشت لگا رہے تھے، اتفاق سے آپ کو تھکن محسوس ہوئی اور آپ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اتنے میں آپ نے سنا ایک خاتون اپنی بچی سے کہہ رہی ہے (کیونکہ اسے اطمینان تھا کہ اس کی بات کوئی نہیں سن رہا) اٹھ کر اس دودھ میں پانی ملا دے۔

بچی: کیا آپ کو آج کا امیر المومنین کا حکم معلوم نہیں؟
خاتون: امیر المومنین کا کیا حکم ہے؟

بچی: آپ نے اپنے منادی سے اعلان کرایا ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے
خاتون: اٹھ کر دودھ میں پانی ملا دے اس وقت اس جگہ تجھے نہ عمر دیکھ رہے ہیں نہ آپ کا منادی۔

بچی: مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ سامنے تو آپ کی اطاعت کروں اور چھپ کر نافرمانی کروں۔

یہ بات فاروق اعظم نے بھی سنی اور آپ اس کی باتیں سن کر حیران رہ گئے اور آپ کو اس نادار دوشیزہ کی فطانت و ذکاوت پر سخت تعجب ہوا کہ خیموں میں رہ کر بلا شک و تردد کے خیر و بھلائی کی آواز پر لبیک کہہ رہی ہے حالانکہ ہنوز اعلان سے منادی کا حلق بھی خشک نہیں ہوا تھا اور اس بے چاری کو دودھ میں پانی ملانے کی سخت ضرورت بھی لاحق تھی تاکہ دودھ زیادہ ہو جائے اور پیسے زیادہ آئیں۔

فاروق اعظم کو یہ خبر نہ تھی کہ جو خاتون اس دوشیزہ کو دودھ میں پانی

ملانے کا حکم دے رہی ہے وہ اس کی ماں ہے اگر آپ کو خبر ہوتی تو آپ کا تعجب اور بڑھ جاتا کیونکہ دوشیزہ اپنی ماں پر ناراض ہو رہی تھی آپ کو تعجب اس لئے زیادہ ہوتا کہ یہ بچی ہو کر ماں کو نیکی کی ترغیب دے رہی ہے اور ماں سمجھ دار ہو کر نیکی کی طرف مائل نہیں، اس بچی کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ امیر المومنین اس کی بات سے خوش ہوں گے بھلا اس کی بات امیر المومنین تک کون پہنچائے گا کیونکہ وہ تو بلند شان والے ہیں اور اس سے بہت اونچے اور بہت دور ہیں۔

فاروق اعظم کے دل میں فوراً ہی یہ خیال گزرتا ہے کہ کاش آپ اس دوشیزہ سے شادی کرتے کیونکہ اس میں آپ کی بیوی بننے کی صلاحیت ہے مگر آپ بوڑھے اور ضعیف العمر ہیں اور عورتوں کی طرف آپ کو رغبت بھی نہیں، اس وقت آپ کے ساتھ آپ کا آزاد کردہ غلام اسلم تھا۔ آپ نے اس سے آہستہ سے کہا (تاکہ آواز خیمہ کے اندر نہ جائے) اسلم! اس خیمہ کے دروازے پر نشان لگا دے اور یہ جگہ خوب پہچان لے، پھر آپ اپنے گشت پر روانہ ہو گئے۔ صبح اسلم سے دریافت فرماتے ہیں، اسلم! اس جگہ جا کر دیکھ اور یہ تحقیق کر کہ وہ بات کس نے کہی تھی اور کس سے کہی تھی؟ اور کیا ان دونوں عورتوں کے شوہر ہیں؟

اسلم کہتے ہیں میں اس جگہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دوشیزہ غیر شادی شدہ ہے اور وہ خاتون جو دودھ میں پانی ملانے کو کہہ رہی تھی اس کی ماں ہے میں نے فاروق اعظم کو ان کے حالات سے آگاہ کیا پھر آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو

بلا کر کہا ”کیا تم میں سے کسی کو بیوی کی ضرورت ہے کہ میں اس کا نکاح کر دوں؟ اگر تم کو اپنے والد کی رائے کا احترام ہے تو فلاں لڑکی سے بہتر کوئی نہیں۔

عاصم بولے ”ابا جان! میری بیوی نہیں ہے آپ اس سے میرا نکاح کرادیں آپ نے ان سے فرمایا بیٹا جاؤ اور اس سے نکاح کر لو کیونکہ یہ اس لائق ہے کہ اس سے ایک شہسوار پیدا ہو اور عرب کا سردار بنے۔ چنانچہ اس سے فوراً نکاح کر لیتے ہیں لیکن اس ہلالیہ اطاعت گزار و وفا و شعار دو شیرہ سے بجائے لڑکے کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ انہوں نے اس بچی کا نام ام عاصم رکھا، ام عاصم خیر و خوبی کے ساتھ پرورش پاتی رہیں اور جب جوان ہوئیں تو اپنے والد سے پھر دادا سے حدیثیں روایت کرنے لگیں۔ ام عاصم کا نکاح عبدالعزیز بن مروان سے ہو گیا اور ان سے خلیفہ زاید حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔

(خلیفہ زاید حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۷، نفیس انبیزی کراچی بحوالہ ابن جوزی ۶۵، شذرات

الذہب ۱/۱۱۹)

گویا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے نیک سیرت اور امانت دار خلیفہ کی ثانی وہ عورت ہے جس کی امانت و دیانت پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی گواہی موجود ہے۔



قاضی شریح کی امانت داری

ایک دن قاضی شریح کے بیٹے نے کہا:

”اباجان! میرے اور فلاں قوم کے درمیان آج جھگڑا ہوا ہے، اگر فیصلہ میرے حق میں ہو تو انہیں گھسیٹ کر عدالت میں لے آؤں اور اگر ان کے حق میں ہو تو میں صلح کر لوں“ اور پھر اپنے باہمی جھگڑے کی تفصیل بیان کر دی۔ آپ نے کہا جاؤ انہیں عدالت میں لے آؤ۔ وہ خوشی خوشی ان کے پاس گیا اور انہیں عدالت میں چلنے کیلئے کہا وہ عدالت میں پیشی کیلئے تیار ہو گئے۔ جب قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے انہوں نے مقدمے کی سماعت کے بعد اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ سنا دیا وہ لوگ خوش و خرم واپس لوٹے اور بیٹا کبیدہ خاطر، افسردہ و شرمندہ منہ لٹکائے ہوئے عدالت سے باہر آیا۔ باپ کا فیصلہ بیٹے کے خلاف..... یہ ہے عدل و انصاف کی درخشندہ مثال۔

جب قاضی شریح اور ان کا بیٹا گھر پہنچے تو بیٹے نے باپ سے کہا: اباجان! آپ نے مجھے رسوا کیا اگر میں نے آپ سے مشورہ نہ لیا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی، افسوس یہ ہے کہ میں نے آپ سے مشورہ لے کر عدالت کا رخ کیا اور آپ نے میرے ہی خلاف فیصلہ صادر کر دیا، لوگ میرے متعلق کیا سوچتے ہوں گے؟

قاضی شریح نے کہا ”بیٹا! دنیا بھر کے لوگوں سے تو مجھے عزیز ہے لیکن یاد رکھو اللہ کی محبت میرے دل میں تیرے پیار پر غالب ہے مجھے اس بات کا اندیشہ

تھا کہ اگر میں تجھے مشورہ کے وقت بتا دیتا کہ فیصلہ اگلے حق میں ہوگا تو ان سے صلح کر لیتا اور وہ اپنے حق سے محروم رہ جاتے اس لئے میں نے تجھ سے کہا کہ انہیں عدالت میں لے آؤ تاکہ عدل و انصاف سے ان کا حق انہیں مل جائے۔

(حیات تابعین کے درخشاں پہلو)



امانت دار مزدور کو ترجیح دینا

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْحَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةٌ نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ (صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب استئجار الرجل الصالح)
”امانت دار خرانچی جو اس کو (مالک کی طرف سے) حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ وغیرہ) ادا کر دے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔“

حضرت ابو عبد اللہ رحمہ اللہ جن کا نام سالم تھا اور سبلان کے لقب سے مشہور تھے:

وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَعْجِبُ بِأَمَانَتِهِ وَتَسْتَأْجِرُهُ
”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی امانت پر تعجب کرتی تھیں اور ان سے اجرت پر کام لیا کرتی تھیں۔“

حضرت ابو عبد اللہ ﷺ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ کو دکھلایا کہ نبی ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے، تو انہوں نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین بار اور منہ دھویا تین بار پھر دایاں ہاتھ دھویا اور بایاں ہاتھ بھی تین بار اور اپنا ہاتھ سر کے آگے رکھ کر پیچھے تک مسح کیا صرف ایک بار، پھر اپنے ہاتھوں کو دونوں کانوں پر پھیرا پھر رخساروں پر، ابو عبد اللہ سالم ﷺ فرماتے ہیں: میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کتابت کی حالت میں جایا کرتا تھا (یعنی میں غلام تھا، مجھ کو میرے آقا نے مکاتب کر دیا تھا، مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس سے آقا کچھ رقم بالاقساط وصول کرنا طے کر لے اور کہہ دے کہ جب تو اتنا روپیہ ادا کر دے گا تو، تو آزاد ہے) تو وہ مجھ سے پردہ نہ کرتی تھیں بلکہ میرے سامنے آ کر بیٹھ جاتیں اور مجھ سے باتیں کرتی رہتیں۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا:

أَدْعِي لِي بِالْبَرَكَةِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ

”اے ام المؤمنین! میرے لئے برکت کی دعا کر دیجئے۔“

انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟

میں نے کہا: اَعْتَقَنِي اللَّهُ

”اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد کر دیا ہے۔ (یعنی بدل کتابت ادا کر دیا)“

انہوں نے کہا: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَأَرْخَبَ الْحِجَابَ ذُوْنِي فَلَمْ

أَرَهَا بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ

”اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے، اور اسی وقت انہوں نے میرے سامنے پردہ لٹکا لیا پھر اس دن کے بعد میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔“
(سنن المجتبى للنسائى، کتاب الطہارۃ، باب مسح المرأة رأسها)



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امانت داری

اگر کوئی کسی سے راز کی بات کہتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو بتانا صحیح نہیں ہے ورنہ امانت میں خیانت ہوگی بلکہ حدیث میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی سے گفتگو کر رہا ہے اور وہ اچانک ادھر ادھر دیکھے تو گفتگو کے دوران ادھر ادھر دیکھنا یہی معنی رکھتا ہے کہ وہ دوسروں سے اپنی بات پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے لہذا اس کو سن کر افشاء کرنا خیانت ہوگی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ ثُمَّ انْتَفَتْ فَهِيَ أَمَانَةٌ

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث)

”جب کوئی آدمی تم سے بات کرے اور ادھر ادھر مڑ کر دیکھے تو اس کی یہ بات تمہارے پاس امانت ہے (اس کو ضائع نہ کرنا چاہئے افشاء کر کے)۔“
بہر کیف آدمی خود بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ راز کی بات ہے یا نہیں اور

اس کے مطابق اس کا خیال رکھتا ہے اسی سلسلہ میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، حضرت حمیس بن خزاعہ رضی اللہ عنہ سے پہلا نکاح ہوا حضرت حمیس جنگ بدر میں شریک ہوئے چونکہ اس موقع پر مہلک زخم کھائے تھے مدینہ پہنچ کر وفات پائی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا کیونکہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی انہی دنوں ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا آج کل تو میں شادی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دوں۔ وہ خاموش رہے اور کچھ بھی جواب نہ دیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت رنج ہوا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب سے بھی زیادہ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَيَتَزَوَّجُ عُثْمَانَ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ ”حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے۔“

بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم بیاہ دی، تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر فرمایا تمہیں میری بات سے رنج تو ہوا ہوگا کہ آپ

نے اپنی بیٹی سے نکاح کا کہا، تو میں نے کوئی جواب نہ دیا وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ حصہ کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے،

وَلَمْ أَكُنْ لِأَفِيْسَى سِرِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَنَكَحْتُهَا
 ”اور میں اس وقت نبی ﷺ کا یہ راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا، ہاں اگر وہ یہ
 نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا“ (نسائی، کتاب النکاح، باب عرض الرجل
 ابننتہ علی من یرضی، رحمة للعالمین ۱۶۱/۲)

کمال دیانت داری

آج ہم کسی کی چیز کو بغیر اجازت ہڑپ کر جانے کیلئے سو بہانے تراش
 لیتے ہیں اور ذرا حیا اور شرم محسوس نہیں کرتے، اس طرز عمل کی اصلاح کیلئے
 مندرجہ ذیل واقعہ پر غور فرمائیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ
 فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ نَاقَةَ لِي صَلَّتْ فَإِنْ وَجَدْتَهَا فَأَمْسِكْهَا فَوَجَدَهَا فَلَمْ
 يَجِدْ صَاحِبَهَا فَمَرَضَتْ فَقَالَتْ أَمْرَاءُ تَهْ أَنْحَرَهَا فَأَبَى فَنَفَقَتْ
 فَقَالَتْ اسْلُخْهَا حَتَّى تُقَدِّدَ شَحْمَهَا وَلَحْمَهَا وَنَاكُلْهُ فَقَالَ حَتَّى
 أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَاتَّاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ غَنَى يُغْنِيكَ
 قَالَ: لَا، قَالَ فَكُلُّوْهَا، قَالَ: فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَأَخْبَرَاهُ الْخَبَرَ فَقَالَ
 هَلَّا كُنْتُ نَحَرْتُهَا قَالَ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ

(ابو داؤد، کتاب الاطعمہ، باب فیمن اضطر الی المیتة)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کہیں سے آیا اور اس نے مدینہ سے باہر ڈیرا لگایا، اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے اگر آپ کو کہیں ملے تو پکڑ لینا، اونٹنی اس ڈیرے والے کو مل گئی لیکن اس کا مالک (پتہ نہیں کہاں چلا گیا) اسے نہ ملا (انہوں نے اونٹنی اپنے ہاں رکھ چھوڑی کہ جب اس کا مالک آئے گا تو حوالے کر دیں گے) اسی اثناء میں اونٹنی بیمار پڑ گئی اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ اس کو ذبح کر ڈالو (فقروفاقدہ کی یہ حالت تھی کہ مردار کھانے پر مجبور تھے) لیکن خاوند نے ذبح نہ کی، چنانچہ اونٹنی مر گئی۔ بیوی نے کہا اس کی کھال اتارو ہم اس کا گوشت اور چربی پکا کر کھالیں اس نے کہا جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ کر اجازت نہ لے لوں اس وقت تک میں ایسے نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ نبی اکرم کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس اتنا کچھ ہے جو تمہیں کفایت کر جائے اور تمہارا گزارا ہو سکے؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: جاؤ اس کا گوشت کھا سکتے ہو۔

کچھ عرصے کے بعد اونٹنی کا مالک آ گیا انہوں نے تمام سرگزشت کہہ سنائی اس نے کہا ”تم نے اسے ذبح کیوں نہیں کر ڈالا؟“ اس نے جواب دیا ”تم سے شرم آتی تھی۔“



خیانت

باعث

ہلاکت

خیانت باعث ندامت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا
أَمَانَتَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ
وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (سورة الانفال ۲۷، ۲۸)

”اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت مت کرو اور
آپس کی امانتوں میں خیانت مت کرو اور تم تو (اس کا مضر ہونا) جانتے ہو، اور تم
اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے
اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔“

ان آیات کے نزول کا سبب اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ابولبابہ
ؓ کا قصہ ہے جو غزوہ بنو قریظہ میں پیش آیا کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام
ؓ نے بنو قریظہ کے قلعہ کا اکیس روز تک محاصرہ جاری رکھا، جب محاصرہ سخت
ہو گیا تو یہود کے سردار کعب بن اسد نے ان کے سامنے تین متبادل تجویزیں پیش
کیں:

(۱) یا تو اسلام قبول کر لیں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو کر اپنی جان،
مال اور بال بچوں کو محفوظ کر لیں۔ کعب بن اسد نے تجویز پیش کرتے ہوئے یہ
بھی کہا کہ واللہ تم لوگوں پر بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ واقعی نبی اور رسول ہیں اور
وہ وہی ہیں جنہیں تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

(۲) یا اپنے بیوی بچوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کر دیں پھر تلوار سونت کر نبی ﷺ

کی طرف نکل پڑیں اور پوری قوت سے نکلر جائیں اس کے بعد یا تو فتح پائیں یا سب کے سب مارے جائیں۔

(۳) یا پھر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سپینچر کے دن پل پڑیں، کیونکہ انہیں اطمینان ہوگا کہ آج لڑائی نہیں ہوگی۔

لیکن یہود نے ان تینوں میں سے کوئی تجویز بھی منظور نہ کی جس پر ان کے سردار کعب بن اسد نے (جھلا کر) کہا تم میں سے کسی نے ماں کی کوکھ سے جنم لینے کے بعد ایک رات بھی ہوش مندی کے ساتھ نہیں گزاری ہے۔

ان تینوں تجویزوں کے رد کرنے کے بعد بنو قریظہ کے سامنے صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ آپ پر چھوڑ دیں، لیکن انہوں نے چاہا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنے بعض مسلمان حلیفوں سے رابطہ قائم کر لیں ممکن ہے پتہ لگ جائے کہ ہتھیار ڈالنے کا نتیجہ کیا ہوگا، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں، ابو لبابہ رضی اللہ عنہ ان کے حلیف تھے اور ان کے باغات اور آل اولاد بھی اسی علاقے میں تھے جب ابولبابہ وہاں پہنچے تو مرد حضرات انہیں دیکھ کر ان کی طرف دوڑ پڑے اور عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوئی۔

یہ ہونے کہا ”ابولبابہ! کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے

فیصلے پر ہتھیار ڈال دیں؟“ انہوں نے فرمایا ہاں! لیکن ساتھ ہی ساتھ حلق کی طرف اشارہ بھی کر دیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے، لیکن انہیں فوراً احساس ہوا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت ہے۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت سوار ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوٹنے کی بجائے سیدھے مسجد نبوی پہنچے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ اب انہیں رسول اللہ ﷺ ہی اپنے دست مبارک سے کھولیں گے اور وہ آئندہ بنو قریظہ کی سر زمین میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ محسوس کر رہے تھے کہ ان کی واپسی میں دیر ہو رہی ہے، پھر جب تفصیلات کا علم ہوا تو فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آ گئے ہوتے تو میں ان کیلئے بخشش کی دعا کر دیتا لیکن جب وہ خود ہی کام کر بیٹھے ہیں تو اب میں بھی انہیں ان کی جگہ سے کھول نہیں سکتا یہاں تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے۔

چنانچہ وہ چھ سات دن رات مسلسل ستون سے بندھے رہے ان کی بیوی ہر نماز کے وقت آ کر کھول دیتی تھیں اور وہ نماز سے فارغ ہو کر پھر اسی ستون کے ساتھ بندھ جاتے تھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صبح دم ان کی توبہ نازل ہوئی، اس وقت آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر مجھ سے کہا اے ابولبابہ! خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی، یہ سن کر صحابہ انہیں کھولنے کیلئے اچھل

پڑے لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی بجائے کوئی اور نہ کھولے گا، چنانچہ جب نبی ﷺ نماز فجر کیلئے نکلے تو وہاں سے گزرے تو انہیں کھول دیا۔

آیت مذکورہ میں جو خیانت کرنے اور مال و اولاد کی محبت سے مغلوب ہونے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے اس کا اصل سبب یہ واقعہ ہے مگر حکم عام ہے جو ہر ایک کو ہر وقت شامل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق میں خیانت نہ کرو یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام (اوامر و نواہی) میں سے ہر ایک حکم کا ہر وقت خیال رکھو جس چیز کے ارتکاب سے روکا ہے اس کے قریب نہ جاؤ اور جو کچھ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو بجالاؤ اور اسی طرح تم آپس کے حقوق کا بھی خیال رکھو یعنی ایک شخص دوسرے کے پاس جو امانت رکھواتا ہے وہ اس میں خیانت نہ کرے۔

خیانت جنت سے محرومی کا سبب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِيلٌ وَلَا خَبٌ وَلَا خَائِنٌ سِوَى الْمَلِكَةِ وَأَوَّلُ مَنْ
يُفْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ الْمَمْلُوكُونَ إِذَا أَحْسَنُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَفِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَوَالِيهِمْ (صُفِي)

(الترغيب والترهيب بحوالہ مسند احمد ۴/۱، ابو یعلیٰ)

”بخیل، دھوکہ باز آدمی اور خیانت کار آدمی جو غلط طریقے سے اپنے

اختیار و تصرف کو استعمال کرتا ہے یہ تینوں جنت میں نہیں جائیں گے، اور غلاموں میں سب سے پہلے جنت میں جانے والا وہ غلام ہوگا جس نے اللہ کے حقوق بھی ٹھیک طریقے سے ادا کئے ہوں گے اور اپنے آقا کی خدمت بھی عمرگی کے ساتھ کی ہوگی“

بلکہ معراج کی رات ان آدمیوں کو عذاب ہوتا دکھایا گیا جو امانت کی حفاظت کی ذمہ داری تو اپنے سر لے لیتے اور پھر ادا نہیں کرتے تھے۔

ثُمَّ آتَىٰ عَلَىٰ رَجُلٍ قَدْ جَمَعَ خُزْمَةً عَظِيمَةً لَا يَسْتَطِيعُ حَمْلَهَا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُزِيدَ عَلَيْهَا قَالَ يَا جِبْرَائِيلُ مَا هَذَا؟ قَالَ هَذَا رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِكَ عَلَيْهِ أَمَانَةُ النَّاسِ لَا يَسْتَطِيعُ آدَاءَهَا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُزِيدَ عَلَيْهَا (الترغيب والترہیب)

”پھر آنحضرت کا گزر ایک ایسے آدمی پر ہوا جس نے ایک بہت بڑا گٹھا جمع کر رکھا ہے جسے وہ اٹھا نہیں سکتا اور برابر اس میں اضافہ کئے چلا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کا وہ آدمی ہے جس نے لوگوں کی بہت سی امانتیں اپنے ذمہ لے رکھی تھیں اور ادا نہیں کر سکتا تھا اور برابر امانت لیتا رہتا۔“



میدان جہاد میں خیانت کا وبال

بسا اوقات آدمی رضائے الہی کے حصول کیلئے بہت بڑا نیک کام سرانجام دیتا ہے مگر وہ کسی خیانت اور بددیانتی کی نحوست کی وجہ سے عند اللہ مقبول نہیں ہوتا مثلاً ہم ایک واقعہ ذکر کر رہے ہیں جس میں مجاہدین نے ایک اللہ کے نبی کے ساتھ مل کر جہاد کیا اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی، کافی مال غنیمت ہاتھ آیا، اب اس مال غنیمت کو اللہ کیلئے پیش کیا گیا اور ایک جگہ رکھ دیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرمائے اور آسمان سے آگ آ کر اس مال غنیمت کو کھا جائے (کیونکہ اس دور میں یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی) مگر خیانت کی وجہ سے وہ مال درجہ قبولیت کو نہیں پہنچ رہا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”اللہ کے انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ جہاد پر تین قسم کے آدمی نہ جائیں:

(۱) جس شخص نے ابھی شادی کی ہو لیکن رخصتی نہیں ہوئی، وہ بیوی کو گھر

لانا چاہتا ہے۔

(۲) جس شخص نے مکان بنایا لیکن چھت ابھی نہیں ڈالی ہے۔

(۳) اور جس نے اونٹنیاں بکریاں وغیرہ خریدیں اور منتظر ہے کہ وہ

بچے جنیں۔

پھر جہاد کیلئے روانہ ہو گئے اور عصر کے وقت اس گاؤں کے نزدیک جا پہنچے تو انہوں نے سورج کو مخاطب کر کے کہا:

إِنَّكَ مَا مُورَةٌ وَأَنَا مَا مُورٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا
 ”تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی، اے اللہ! اس کو ہمارے لئے روک دے“

سورج اللہ تعالیٰ کی طرف سے روک دیا گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح مرحمت فرمائی، پھر مال غنیمت جمع کر لیا گیا۔

فَجَاءَ بِنَارٍ لَنَا كُلُّهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا
 ”تو اسے کھانے (جلانے) کیلئے آگ نمودار ہوئی لیکن جلانہ سکی“
 تو اس نبی نے فرمایا: إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا فَلْيُبَا يَعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ
 ”تمہارے درمیان کوئی خائن ہے لہذا ہر قبیلے سے ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے“

تو ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ سے چپک گیا، نبی نے فرمایا ”خائن تمہارا آدمی ہے، تمہارے قبیلے کا ہر فرد میرے ہاتھ پر بیعت کرے تو ان میں سے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گئے۔“

فَجَاءَ وَابِرَاسٍ مِثْلَ بَقْرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوهَا
 ”پس وہ گائے کے سر کے برابر سونا لائے اور وہ مال غنیمت میں رکھ دیا، پھر آگ آئی اور اسے جلا گئی“

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ثُمَّ أَحَلَّ اللَّهُ لَنَا الْغَنَائِمَ، رَأَى ضَعْفَنَا وَعِجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا
 ” اس کے بعد اللہ نے ہمارے لئے اموال غنیمت حلال فرمادیئے،
 ہمارے ضعف و عجز کو دیکھتے ہوئے ہی ہمارے لئے اسے جائز ٹھہرایا۔“
 (بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ: احلت لكم الغنائم)



تجارت میں خیانت کی مذمت

تاجر کیلئے ضروری ہے کہ وہ جو چیز بیچنا چاہتا ہے اس میں اگر کوئی عیب
 ہے تو اس کے متعلق خریدار کو بتادے، حضرت وائلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
 اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَبِيعَ شَيْئًا إِلَّا بَيْنَ مَا فِيهِ، وَلَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ
 يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا بَيَّنَّهُ (المعنى) رخصت

”نہیں جائز ہے کسی شخص کیلئے وہ کوئی چیز بیچے مگر یہ کہ جو کچھ اس کے
 اندر عیب ہے اسے بیان کر دے، اور نہیں جائز ہے کسی کیلئے جو اس عیب کو جانتا
 ہو مگر یہ کہ اسے صاف صاف کہہ دے۔“

اس حدیث میں اس چیز کو بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر آپ دکان وغیرہ
 پر کوئی چیز بکتی دیکھ رہے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں یہ خرابی اور عیب ہے تو

آپ کیلئے یہ ضروری ہے کہ خریدار کو اس سے مطلع کر دیں۔

عام لوگ تجارت میں ان چیزوں کا خیال نہیں رکھتے اور وہ عیب اور نقصان کو چھپا کر چیزیں فروخت کر دیتے ہیں حالانکہ یہی چیز ان کی تجارت میں بے برکتی کا سبب بن جاتی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَّتْ بَرَكَةُ

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذابین البیعان ولم یکتما ونصحا)

”بیچنے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں، اگر دونوں سچ بتائیں اور صحیح صحیح بیان کر دیں تو ان دونوں کو تجارت میں برکت ہوگی اور اگر دونوں نے جھوٹ بولا یا کسی عیب کو چھپایا تو برکت اٹھالی جائے گی“

بلکہ جو شخص تجارت میں دھوکہ اور خیانت سے باز نہیں آتا اس کے متعلق فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غلے کے ڈھیر پر گزرے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ڈھیر میں داخل کیا آپ ﷺ نے انگلیوں میں نمی محسوس کی آپ ﷺ نے فرمایا: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ انا ج

والے یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش آگئی تھی آپ نے فرمایا:

أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَمَا يَرَاهُ النَّاسُ ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا
”تو نے اس کو اوپر کیوں نہ ڈالا تاکہ لوگ دیکھ لیں، پھر آپ نے فرمایا
جو دھوکہ اور خیانت کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے“

(مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا)

اگر دو شریک آپس کے کاروبار میں امانت داری کا خیال رکھیں تو اللہ تعالیٰ کی معیت شامل حال ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ أَنَا ثَالِثُ الشَّرِكَينِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنَهُمَا (وَفِي رِوَايَةٍ)
وَجَاءَ الشَّيْطَانُ (ابو داؤد کتاب البیوع)

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک کسی کے کاروبار کے دو صاحبی باہم خیانت نہ کریں میں ان کے ساتھ رہتا ہوں لیکن جب ایک شریک دوسرے شریک سے خیانت کرتا ہے تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل آتا ہوں (اور ایک روایت میں ہے) اور شیطان آ جاتا ہے۔“



ادائے امانت اور ترك خیانت کی وصیت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَشَى قَلِيلًا، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ! أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَوَفَاءِ الْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَتَرْكِ الْخِيَانَةِ وَرَحْمِ الْيَتِيمِ وَحِفْظِ الْجَوَارِ وَكَظْمِ الْغِيْظِ وَلَيْنِ الْكَلَامِ وَبَذْلِ السَّلَامِ وَلُزُومِ الْإِمَامِ (التدريج والترهيب بحوالہ بیہقی)

”نبی اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دور چلے، پھر فرمایا ”اے معاذ! میں تمہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنے، سچ بولنے، عہد پورا کرنے، امانت کو ٹھیک ٹھیک پہنچانے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کرنے، غصے کو دبانے، لوگوں سے نرم گفتگو کرنے اور لوگوں کو سلام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وقت کے خلیفہ سے چمٹے رہنا (نہ اس سے الگ ہونا اور نہ اس کے خلاف محاذ بنانا)“



جسم و جان میں خیانت کی سزا

اللہ تعالیٰ ہی انسان کو نیست سے ہست میں لایا اور اس کو عدم سے وجود بخشا، دیکھنے کیلئے آنکھیں دیں، سننے کیلئے کان دیئے، بولنے کیلئے زبان دی،

چلنے کیلئے پاؤں دیئے۔ قصہ مختصر دل و دماغ حتیٰ کہ سارا جسم ہی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور انسان کے پاس امانت ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ بلاوجہ اپنے جسم کو یا جسم کے کسی عضو کو تلف کرے بلکہ اگر جان بوجھ کر اپنے جسم کو ہلاک کرے گا تو یہ بدترین قسم کی خیانت اور خودکشی متصور ہوگی۔ جس کے متعلق وعید شدید اس طرح بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى خَالِدًا مُخَلَّدًا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سَمًا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسَمُهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِعَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يُجَاءُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا (صحيح بخاری کتاب الطب، باب شرب السم والدواء بہ)

”جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ اپنے آپ کو اسی طرح گراتا رہے گا، جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ اس کی یہی حالت رہے گی، جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جہنم میں وہی زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے پیتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا۔ جس نے اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے ہلاک کیا وہی ہتھیار جہنم میں اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا، جہنم میں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا۔“

بلکہ ایسے آدمی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ جہنمی ہے، اسی سلسلہ میں

ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سہل بن سعد ساعدی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے (پروانوں) اور مشرکین کا مقابلہ ہوا اور قتل و قتل کی گرم بازاری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور دوسروں نے اپنے لشکر کا، نبی ﷺ کے اصحاب میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو کسی بھاگتے ہوئے مشرک کو زندہ نہ چھوڑتا بلکہ تعاقب کر کے اسے تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا حضرت سہل نے کہا آج فلاں کے برابر ہم میں سے کوئی کام نہیں آیا پس رسول اللہ ﷺ نے (بذریعہ وحی) فرمایا: اَمَّا اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ ”خبردار! یہ تو دوزخی ہے“ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا اس شخص کا بیان ہے کہ میں اس کے ساتھ رہا وہ جہاں کھڑا ہوتا تو میں بھی اسی جگہ کھڑا ہو جاتا، جب وہ دوڑتا تو میں بھی اس کے ساتھ دوڑنے لگتا بتایا کہ:

فَجَرِحَ الرَّجُلُ جَرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعَجَلَ الْمَوْتُ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ
اس شخص کو شدید زخم آیا تو اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک پر اپنا سینہ رکھ کر اپنی تلوار پر سارا ابو جھر رکھ دیا اور یوں خودکشی کر لی۔ پھر وہ شخص (مشاہدہ کرنے والا) واپس بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ بات کیا ہوئی ہے؟ وہ عرض گزار ہوا کہ آپ نے ابھی ابھی فلاں شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے تو لوگوں کو یہ بات بڑی تعجب خیز معلوم ہوئی تھی میں نے ان سے کہا تھا کہ میں تمہیں اس کی حقیقت سے مطلع کروں گا تو میں اس کی پڑتال کیلئے نکلا تو وہ شدید زخمی ہوا اور اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک سینے کے درمیان لگا کر اس پر اپنا بوجھ ڈال دیا اور اس طرح خودکشی کر لی۔

اس وقت آپ نے فرمایا کہ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْذُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْذُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

”بے شک ایک آدمی لوگوں کے دیکھنے میں تو اہل جنت جیسے عمل کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ جہنمی ہوتا ہے اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے میں وہ جہنمیوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن ہوتا وہ جنتی ہے۔“ (بخاری، بلب لا یقال فلان شہید بمکتب الجہاد)



مجاہدین کی عورتوں

سے خیانت کی سزا

مجاہد جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کیلئے اپنی جان تک قربان کرنے کا جذبہ اپنے جی میں رکھتے ہوئے نکلتا ہے اور جاتے ہوئے کسی کو امانت دار اور بے اعتنا دیکھتے ہوئے اپنے گھربار کی خبر گیری اس کے حوالے کر جاتا ہے کہ وہ گمراہی

کرے، تو کتنا بددیانت اور خائن ہوگا وہ شخص جس نے مجاہد کے گھر بار میں خیانت کی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يُخْلِفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ فَيُخُونُهُ فِيهِمْ إِلَّا وَقَفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ وَفِي رِوَايَةٍ وَقَالَ فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ فَمَا ظَنُّكُمْ

(مسلم، کتاب الامارۃ باب حرمة نسل المجاہدین واثم من خان فیہم)

”مجاہدین کی عورتوں کی حرمت گھر میں رہنے والوں پر ایسی ہے جیسے ان کی ماؤں کی حرمت اور جو شخص گھر میں رہ کر کسی مجاہد کے گھریا کی خبر گیری رکھے پھر اس میں خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد سے کہا جائے گا کہ اس کے عمل اور نیکیوں میں سے جتنا چاہے لے لے یہ فرما کر جناب رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا پھر تم کیا خیال کرتے ہو (یعنی وہ مجاہد کوئی نیکی چھوڑنے والا نہیں سب ہی لے لے گا)“



رعایا کے حقوق میں خیانت کرنے والا بادشاہ

عدل و انصاف سے کام لینے والے اور رعایا کی خبر گیری اور دادرسی کرنے والے حاکم کی حدیث میں بڑی عظمت بیان کی گئی ہے عادل حکمران کو عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا لیکن اگر وہ رعایا کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا بلکہ ان

کی جان و مال کی حفاظت سے متعلق حقوق میں کوتاہی اور خیانت کرتا ہے تو اس کی سزا بھی بہت بیان کی گئی ہے۔

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے پاس اس بیماری میں تیمارداری کیلئے آیا جس میں وہ فوت ہو گئے تو حضرت معقل بن یسار نے کہا:

إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةَ مَا حَدَّثْتُكَ ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

(مسلم، کتاب الایمان، باب استحقوق الوالی الفاش لرعيته النذر)

”میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور اگر میں جانتا ہوتا کہ ابھی زندہ رہوں گا تو تجھ سے بیان نہ کرتا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ رعیت دے پھر وہ اس حالت میں مرے کہ وہ اپنی رعایا کے حقوق میں خیانت کرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حاکم اور خلیفہ کے فرائض اور ذمہ داریوں میں یہ چیز بڑی اہم ہے کہ وہ رعایا کی خبر گیری اور ان کی دادرسی کا پورا اہتمام کرے خلفائے راشدین نے اس سلسلہ میں ہمارے حکمرانوں کیلئے بہترین مثالیں چھوڑی ہیں کاش کہ ہمارے حکمران بھی اسی طرز کو اپنالیتے۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رات کی تاریکی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میں نے ایک گھر میں جاتے دیکھا، میں نے گھر پہچان لیا جب صبح کو تفتیش کیلئے نکلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس گھر میں کیوں آئے تھے اور اندھیری

رات میں آنے کا مطلب کیا ہے؟

چنانچہ جب میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ ایک اندھی، لولی، بنگلڑی، اپانچ بڑھیا اس گھر میں بیٹھی ہوئی ہے میں نے اس سے پوچھا کہ اندھیری رات میں ایک آدمی جو تمہارے پاس آتا ہے وہ کیوں آتا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ وہ ایک زمانہ سے میری خبر گیری کرتے ہیں اور میرے گھر کا کوڑا کرکٹ وغیرہ صاف کرتے ہیں اور مجھ کو میری ضرورت کی چیزیں لاکر دیتے ہیں۔ میں نے یہ سن کر اپنی بدگمانی سے توبہ کر لی۔ (صفحہ ۱۰۷)



چادر کی خیانت نے ڈوبی

خیانت چاہے تھوڑی چیز میں ہو یا زیادہ میں۔ بہر کیف اس کی نحوست

اور سزا بہت ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب خیر کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے کئی صحابہ آئے اور کہنے لگے۔

قُلَانِ شَهِيدٌ وَقُلَانِ شَهِيدٌ ”فلاں شہید ہے اور فلاں شہید ہے“

یہاں تک کہ ان پر ایک آدمی کا گزر رہا تو کہا یہ شہید ہے رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: كَلَّا اِنِّي رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غُلَّهَا اَوْ عِبَاءٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ يَا ابْنَ خَطَابٍ اَذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ اِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا

الْمُؤْمِنُونَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ: اَلَا اِنَّهُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُونَ

ہرگز نہیں، میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ایک چادر یا عبا کی چوری اور خیانت کی وجہ سے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے خطاب کے بیٹے! جاؤ لوگوں میں پکار کر اعلان کرو کہ جنت میں وہی لوگ جائیں گے جو ایمان دار ہیں“ (اور چور اور خائن نہیں جائیں گے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نکلا اور میں نے اعلان کر دیا کہ خبردار ہو جاؤ جنت میں وہی جائیں گے جو ایمان دار ہیں (مسلم، کتاب الایمان، باب غلط تحریم الغلول)



نبی ﷺ کے ایک غلام کی خیانت پر موت

کتنے خوش نصیب ہیں وہ آدمی جن کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے کا موقع میسر آیا یہ بہت سعادت اور عظمت کی بات ہے، لیکن عبرت پذیری کیلئے یہ بھی کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک خادم سے مال غنیمت کی ایک چادر میں خیانت سرزد ہو جاتی ہے اور اس کو عین خدمت نبوی ﷺ کے دوران موت آتی ہے لوگ اس کی موت پر رشک کرتے ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ اس خیانت کی بناء پر اس کیلئے جہنم کی وعید شدید کی اطلاع دیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے پھر اللہ نے ہم کو فتح دی، مال غنیمت سونے اور چاندی کی صورت میں تو ہمارے ہاتھ نہ آیا بلکہ جو مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا

وہ سامان، اناج اور کپڑے تھے۔ پھر ہم ایک وادی کی طرف چلے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا (جس کا نام مدغم تھا) جب ہم وادی میں اترے تو رسول اللہ ﷺ کا غلام کھڑا ہوا آپ کا کجاوہ کھول رہا تھا اتنے میں ایک (غیبی) تیر اس کو لگا، جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ ہم لوگوں نے کہا: هَيْبًا لَهُ الشَّهَادَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ "یا رسول اللہ ﷺ مبارک ہو اس کو شہادت مل گئی" رسول اللہ نے فرمایا:

كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الشُّمْلَةَ لَتَلْتَهَبُ عَلَيْهِ نَارًا
أَخَذَهَا مِنَ الْغَنَائِمِ يَوْمَ خَيْبَرَ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ

”ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے وہ شملہ (چادر) اس پر انگار کی طرح سلگ رہا ہے جو اس نے مال غنیمت میں سے خیبر کے دن لے لیا تھا اور اس وقت تک غنیمت تقسیم نہیں ہوئی تھی۔“

یہ سن کر لوگ ڈر گئے اور ایک شخص ایک تمہہ یادو تمسے لے آیا اور کہنے لگایا رسول اللہ! میں نے خیبر کے دن ان کو پایا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تمہہ یا تمسے انگار کے ہیں (یعنی اگر تو ان کو داخل نہ کرتا تو یہ تمہہ انگارہ ہو کر قیامت کے دن تجھ پر پلٹتایا ان تمسوں کی وجہ سے تجھے عذاب ہوتا۔“

(معلم، کتاب الایمان، باب غلط تحریم الغلول)



پریشانیوں کا سبب امانت کا ضیاع

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ! إِذَا فَعَلْتُ
أَمْسَى خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ قِيلَ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ !
قَالَ إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُولًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَأَطَاعَ الرَّجُلُ
زَوْجَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَبَرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي
الْمَسَاجِدِ وَكَانَ زَعِيمَ الْقَوْمِ أَرَذَلَهُمْ وَأَكْرَمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ
وَشَرِبَتِ الْخُمُورُ وَلَيْسَ الْحَرِيرُ وَاتَّخَذَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَارِثُ وَلَعَنَ
آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رَيْبًا حَمْرَاءَ أَوْ خُسْفًا أَوْ
مَسْخًا

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرنے لگے گی تو اس پر بلائیں اور مصائب اتریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھ لیا جائے گا اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو چٹی سمجھ لیا جائے گا اور آدمی بیوی کا کہانے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا اور اپنے دوست سے احسان کرے گا اور اپنے باپ پر ظلم کرے گا اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی اور قوم کے سردار رذیل قسم کے لوگ بن جائیں گے اور اس وقت آدمی کی تکریم اور تعظیم صرف اس کے شر سے

بچنے کیلئے کی جائے گی اور شرابیں پی جائیں گی اور ریشمی لباس پہنا جائے گا اور گانے گانے کے آلات اور گانے والی لونڈیاں رکھی جائیں گی اور اس امت کے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں گے تو پھر اس وقت سرخ ہوا، حسف (زمین میں دھنس جانے) اور مسخ (شکلوں کے بدل جانے) کا انتظار کرو۔“

(ترمذی، باب ماجاء فی اشراط الساعة)



نبی کی آنکھ خیانت نہیں کرتی

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے مجرموں میں سے نو آدمیوں کا خون رائیگاں قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے اگر کوئی کعبے کے پردے کے نیچے بھی پایا جائے تو اسے وہیں قتل کر دیا جائے ان نوا کا بر مجرمین میں سے ایک عبد اللہ بن ابی سرح بھی تھے ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں لائے اور اس کی جان بخشی کروائی اس کے متعلق امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ اخْتَبَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَجَاءَ بِهِ حَتَّى

أَوْقَفَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! بَايَعُ عَبْدُ اللَّهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ
فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى
أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حِينَ رَأَى
كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعِهِ فَيَقْتُلَهُ فَقَالُوا مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي
نَفْسِكَ إِلَّا أَوْ مَاتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ أَنْ تَكُونَ
لَهُ خَائِنَةً الْأَعْيُنُ (ابو داؤد كتاب الحلود باب الحكم فيمن ارتد)

فتح مکہ کے روز عبد اللہ بن ابی سرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپا
ہوا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لاکھڑا کیا اور عرض کیا
یا رسول اللہ! عبد اللہ کی بیعت قبول کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا
اور اس کی طرف تین دفعہ دیکھا (وہ ہاتھ بڑھاتا) آپ ہر دفعہ انکار کر دیتے پھر
تیسری مرتبہ کے بعد اس کی بیعت قبول کر لی۔

پھر آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم
میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب میں نے اس کی بیعت سے اپنا ہاتھ روکا تو
وہ اس کو قتل کر ڈالتا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں آپ
کے دل کے حال کا تو پتہ نہیں تھا آپ نے ہمیں اپنی آنکھ کے ساتھ اشارہ ہی
کیوں نہ کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا ”بے شک کسی نبی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اس
کی آنکھیں خیانت کرنے والی ہوں۔“



قیامت کے دن خیانت خائن کے سر پر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے (ہم کو نصیحت کرنے کیلئے) تو آپ نے مال غنیمت میں چوری اور خیانت سے متعلق بیان فرمایا اور اس کو بڑا گناہ قرار دیا اور پھر فرمایا ”قیامت کے دن میں تمہیں اس طرح نہ پاؤں کہ تمہارا کوئی آ رہا ہو اور اس کی گردن پر اونٹ بلبلارہا ہو اور وہ کہے کہ **يَا رَسُولَ اللَّهِ! اغْنِنِي**..... یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا **لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ** میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا (کہ چوری اور خیانت کی سزا بہت بڑی ہے) اور تمہیں کسی کو قیامت کے دن اس طرح نہ پاؤں کہ وہ آ رہا ہو اور اس کی گردن پر گھوڑا بٹھناتا ہو اور وہ کہے **يَا رَسُولَ اللَّهِ! اغْنِنِي**..... یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: **لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ** میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تمہیں پہنچا دیا تھا۔ میں تمہیں کسی کو قیامت کے دن اس طرح آتا ہوا بھی نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری ہو جو میاں ہی ہو اور وہ کہے **يَا رَسُولَ اللَّهِ! اغْنِنِي**..... یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: **لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ** میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تمہیں پہنچا دیا تھا۔ میں تمہیں قیامت کے دن اس طرح آتا ہوا نہ پاؤں کہ وہ

اپنی گردن پر کوئی جان اٹھائے ہو اور وہ چیخ رہی ہو اور وہ کہے یا رَسُوْلُ اللہ! اَغْنِنِی یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تمہیں پہنچا دیا تھا۔ میں اس طرح بھی کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنی گردن پر کپڑے اٹھائے ہوئے ہو اور وہ اڑ رہے ہوں (جن کو دنیا میں اس نے چرایا تھا) پھر کہے یا رَسُوْلُ اللہ! اَغْنِنِی یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تمہیں پہنچا دیا تھا۔ اور میں نہ پاؤں تم میں سے کسی کو اس طرح کہ وہ اپنی گردن پر سونا چاندی وغیرہ لئے ہوئے ہو اور وہ کہے یا رَسُوْلُ اللہ! اَغْنِنِی یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تمہیں پہنچا دیا تھا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ باب غلط تحریم الغلول)

اسی طرح جو لوگ سرکاری عہدوں پر مقرر ہوتے ہیں ان کے تحفے تحائف بیت المال کا حق ہوتے ہیں اگر کوئی اس حق کو غصب کرتا ہے اور تحفہ وصول کر کے اپنے لئے رکھ لیتا ہے اس کی سزا بھی اسی طرح بیان ہوئی ہے۔
حضرت ابو حمید الساعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد قبیلے میں سے ایک شخص کو (جس کو ابن لقیہ کہتے تھے) صدقہ وصول

کرنے پر مقرر کیا جب وہ لوٹ کر آیا تو کہنے لگا هَذَا لَكُمْ هَذَا لِي اُھْدِی لِي یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر ملا ہے۔

رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف بیان کی اور فرمایا: مَا بَالُ عَامِلٍ فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا اُھْدِی لِي اَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ اَبِيهِ اَوْ فِي بَيْتِ اُمِّهِ حَتَّى يَنْظُرَ اَيُّھْدِی اِلَيْهِ اَمْ لَا

اس تحصیل دار کا کیا حال ہے جس کو میں مقرر کرتا ہوں پھر وہ کہتا ہے یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا، وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا پھر دیکھتے کہ اس کو ہدیہ ملتا یا نہیں (یعنی اگر اس وقت بھی جب سرکاری کام نہ ہو کوئی اس کو ہدیہ دیا کرتا ہو تو اس کا ہدیہ کام کے بعد بھی درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس نے ہدیہ دباؤ سے دیا ہے یا کسی غرض سے اور ایسا ہدیہ لینا حرام ہے)

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کوئی تم میں سے ایسا مال نہ لے گا مگر قیامت روز کے اپنی گردن پر اٹھا کر لائے گا۔ اونٹ ہو گا تو وہ بلبلاتا ہو گا، گائے ہوگی تو وہ ڈکارتی ہوگی، بکری ہوگی تو وہ میاں رہی ہوگی۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ہم کو نظر آئی اور آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ هَلْ بَلَغْتُ يَا اللّٰھ! میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔

(مسلم باب تحريم الهدايا للعمال)

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جس شخص کو تم میں سے ہم کسی کام پر مقرر کریں پھر ایک سوئی یا اس سے زیادہ چھپا رکھے تو وہ غلول (خیانت اور چوری) ہے وہ قیامت

کے دن اس کو لے کر آئے گا یہ سن کر ایک انصاری کھڑا ہوا وہ بولا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ! اِقْبُلْ عَنِّي عَمَلَكَ

”یا رسول اللہ ﷺ! اپنا کام مجھ سے لے لیجئے“

آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ وہ بولا یا رسول اللہ! میں نے سنا آپ

نے ایسے فرمایا: یعنی ایک سوئی کا بھی مواخذہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

وَاَنَا أَقُولُهُ الْآنَ مَنْ اسْتَعْمَلَنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَيَجِئُنِي بِقَلْبِهِ

وَكَثِيرِهِ فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ وَمَا نُهِىَ عَنْهُ انْتَهَى

میں اب بھی یہی کہتا ہوں، جس کو ہم کام پر مقرر کریں تو وہ تھوڑی بہت

سب چیزیں لے کر آئے پھر جو اس کو ملے وہ لے لے اور جو نہ ملے اس سے باز

رہے (اس صورت میں کوئی مواخذہ نہیں ہے) (مسلم باب تحریم ہدایا للعمال)



قیامت کی نشانی

امانت کی ویرانی

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم و معارف سے نوازا مگر

قیامت کے وقوع کے وقت خاص سے مطلع نہیں فرمایا، ہاں کئی ایک علامات بتا

دیں جن سے قیامت کے قریب ہونے کا پتہ چل جائے، لہذا احادیث میں کئی

ایک علامات کا ذکر ہوا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب

امانت کو ضائع کیا جائے گا اور اس کی اہمیت اور عظمت کے تقاضوں کو پورا کرتے

ہوئے اس کی پاسداری نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَغْرَابِيٌّ فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ ، فَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : سَمِعَ مَا قَالَ فَكَّرَهُ مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَمْ يَسْمَعْ ، حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ : آيْنِ ، أَرَاهُ السَّائِلَ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ : هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ، فَقَالَ : كَيْفَ إِضَاعَتُهَا ؟ قَالَ إِذَا وَسِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ

لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے بات کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا قیامت کب آئے گی؟ آپ اپنی باتوں میں مصروف رہے (دیہاتی کا جواب نہ دیا) بعض لوگ جو اس مجلس میں حاضر تھے کہنے لگے آپ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہ کی اور بعض کہنے لگے نہیں آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے (تو میں سمجھتا ہوں) یوں فرمایا وہ قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے، اس دیہاتی نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا جب امانت ضائع ہو جائے گی تو منتظر رہ، اس نے کہا امانت داری کیونکر اٹھ جائے گی؟ آپ نے فرمایا جب امر (کام، منصب، عہدہ) تالاق کو دیا جائے تو قیامت کا منتظر رہ۔

(بخاری کتاب العلم باب فضل العلم)

حدیث میں امانت سے مراد امور خلافت ہیں یا عام امانت آنحضرت ﷺ نے خود بھی وضاحت فرمادی، امانت کو ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اور عہدے ایسے لوگوں کو ملیں گے جو شرعاً اس کے مستحق نہ ہوں گے، فساق بدکار، ان مناصب، عہدوں پر قابض ہوں گے جو اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کریں گے۔



مسلمان خائن نہیں ہوتا

ہمارے اسلامی معاشرے میں امن و امان کی جگہ خوف و ہراس نے لے لی ہے قتل و غارت، ظلم و بربریت، لوٹ کھسوٹ، بددیانتی اور خیانت عام ہے نہ کسی کی عزت و آبرو محفوظ ہے اور نہ مال و اسباب اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ساتھ مسلمان کر رہے ہیں حالانکہ مسلمان کی تعریف ہی یہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اسی طرح جھوٹ، فریب، منافقت ہماری معاشرت کا حصہ بن کر رہ گیا ہے جبکہ مسلمان کی صفات تو یہ ہیں کہ وہ ہمیشہ سچ بولے کسی سے دھوکہ اور فریب نہ کرے ہر ایک سے خیر خواہی اور ہمدردی کا سلوک کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّهَمَ

خَانَ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق)

منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عَرَضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ (رواہ الترمذی، کتاب البر)

ہر مسلمان، مسلمان کا دینی بھائی ہے نہ اس کی خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، ہر مسلمان پر اس کے مسلمان بھائی کی عزت، مال اور خون کا ضائع کرنا حرام ہے اور (سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہے۔ آدمی کے برا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں صیغہ نفی، بمعنی نفی استعمال ہوا ہو یعنی مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے کسی دینی بھائی سے خیانت نہ کرے اور نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اس کی مدد سے ہاتھ کھینچے۔



سب سے بڑی خیانت

حضرت سفیان بن اسید حضرمی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

كَبُرَتْ خِيَانَةٌ أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا وَهُوَ لَكَ بِه مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِه كَاذِبٌ (ابوداؤد، کتاب الادب، مسند احمد ۴/۱۸۲)

”سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہاری بات کو سچ سمجھے حالانکہ تم نے جو بات اس سے کہی وہ جھوٹی تھی“
بسا اوقات والدین اپنے بچوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں کہ کچھ دینے کے بہانے بلا تے ہیں حالانکہ دینے کا ارادہ نہیں ہوتا تو یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں جھوٹ شمار ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف رکھتے تھے میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا
هَاتَا تَعَالَیٰ اَعْطِیْکَ ”یہاں آ میں تجھے ایک چیز دوں گی“
تو حضور ﷺ نے فرمایا: مَا اَرَدْتَ اَنْ تُعْطِیْہِ؟ تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ والدہ نے کہا میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں آپ ﷺ نے والدہ سے فرمایا:
اَمَّا اِنَّکَ لَوْ لَمْ تُعْطِیْہِ شَيْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکَ کَذْبَةٌ
”اور اگر تو دینے کیلئے بلاتی اور نہ دیتی تو تیرے نامہ اعمال میں یہ

جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (مسند احمد ۳/۴۴۷، ابوداؤد کتاب الادب)



نقض عہد بھی خیانت ہے

مسلمانوں نے کفار وغیرہ سے جنگ بندی وغیرہ کا اگر معاہدہ کیا ہوا ہے تو اس کی پاس داری ضروری ہے۔ تاوقتیکہ ان کو اس بات کی اطلاع دے دی جائے کہ ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہے اگر ان کو اطلاع دیئے بغیر معاہدہ کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے گی تو اس کو خیانت تصور کیا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا:

وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (الأنفال ۵۸)

”اور اگر آپ کو کسی قوم کی خیانت (یعنی معاہدہ قوم سے نقض عہد) کا ڈر ہو تو برابر ہی کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دو، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

خیانت کوئی بھی کرے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، مسلمانوں کی طرف سے ہو تو اور بھی معیوب ہے کیونکہ وہ تو اسلامی قدروں کے محافظ اور نقیب بن کر آئے ہیں، تاریخ اسلامی کا یہ واقعہ کتنا روح پرور ہے جسے امام ترمذی اور امام ابو داؤد رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک عارضی معاہدہ ہوا۔ جب اس معاہدے کے اختتام کا وقت قریب آنے لگا تو امیر معاویہ اپنا لشکر لے کر روم کی سرحد کی طرف روانہ ہوئے تاکہ جس روز معاہدہ ختم ہو، دشمن کو مزید مہلت دیئے بغیر اس پر حملہ کر دیا جائے جب لشکر روانہ ہونے لگا تو صفوں کو چیرتا ہوا ایک

سوار آگے بڑھا وہ کہہ رہا تھا:

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا عَدْرَ (اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، وعدہ پورا کیا جائے دھوکہ اور خیانت نہ کی جائے) لوگوں نے پہچانا تو عمرو بن عبسہ تھے،

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پاس بلا کر وجہ پوچھی تو بولے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحْلُلُهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ (مسند احمد ۴/۱۱۱ قرطبی)

”میں نے اپنے مرشد و ہادی ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے کہ جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو اس وقت تک نہ کوئی گرہ باندھے اور نہ کھولے جب تک وقت مقرر نہ آجائے یا ان سے معاہدہ منسوخ نہ کر دیا جائے،

اپنے رسول مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی سننے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سر اطاعت خم کر دیا اور اپنے لشکر سمیت اپنی فرو دگاہ میں واپس چلے گئے۔“



امانت کا بار عظیم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (احزاب ۷۲)

”ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن

سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظالم، جاہل ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ امانت سے مراد فرائض اور احکام الہی ہیں۔ حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک، حسن بصری اور دیگر آئمہ کرام نے بھی یہی کہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس جگہ امانت سے مراد اطاعت ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ امانت سے مراد دین اور اس کے فرائض اور حدود الہی ہیں۔

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں تین چیزیں امانت ہیں: نماز، روزہ اور غسل جنابت (ابن کثیر)

تمام مفسرین کے بقول اس جگہ امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فرائض و احکام کا بار ہے جن کے بجالانے پر ثواب اور خلاف ورزی کرنے پر عذاب مترتب ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو اس کے اور مطالب بیان کئے ہیں وہ دراصل اسی کی تفصیلات ہیں۔ (شوکانی)

زمین و آسمان اور پہاڑوں کو بار امانت پیش کرنا لغوی اور حقیقی معنی کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس بارِ عظیم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے محض تمثیلی انداز میں یہ بات فرمائی گئی ہو۔ واللہ اعلم (شرف خواجہ)

مولانا صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”امانت سے وہ احکام شرعیہ اور فرائض و واجبات مراد ہیں جن کی ادائیگی پر ثواب اور اس سے اعراض و انکار پر عذاب ہوگا جب یہ تکالیف شرعیہ آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئیں تو وہ ان کے اٹھانے سے ڈر گئے لیکن انسان پر جب یہ چیزیں پیش کی گئیں تو وہ اطاعت الہی (امانت) کے اجر و ثواب اور اس کی فضیلت دیکھ کر اس بارگراں کو اٹھانے پر آمادہ ہو گیا، احکام شرعیہ کو امانت سے تعبیر کر کے اشارہ فرمادیا کہ ان کی ادائیگی انسانوں پر اسی طرح واجب ہے جس طرح امانت کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے پیش کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اور آسمان و زمین اور پہاڑوں نے کس طرح جواب دیا؟ اور انسان نے اسے کس وقت قبول کیا؟ اس کی پوری کیفیت نہ ہم جان سکتے ہیں نہ اسے بیان کر سکتے ہیں ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ نے اپنی ہر مخلوق میں ایک خاص قسم کا احساس و شعور رکھا ہے گو ہم اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو ان کی بات سمجھنے پر قادر ہے اس نے ضرور اس امانت کو ان پر پیش کیا ہوگا جسے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یہ انکار انہوں نے سرکشی و بغاوت کی بناء پر نہیں کیا بلکہ اس میں یہ خوف کارفرما تھا کہ اگر ہم امانت کے تقاضے پورے نہ کر سکے تو اس کی سخت سزا ہمیں بھگتنی ہوگی، انسان چونکہ جلد باز ہے اس نے عقوبت و تعزیر کے پہلو پر زیادہ غور نہیں کیا اور حصول فضیلت کے شوق میں اس ذمے داری کو قبول کر لیا۔

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (احسن البیان)

یعنی یہ بارگراں اٹھا کر اس نے اپنے نفس پر ظلم کا ارتکاب اور اس کے مقتضیات سے اعراض یا اس کی قدر و قیمت سے غفلت کر کے جہالت کا مظاہرہ کیا۔

جو اس نے اس بار عظیم کی ذمہ داری تولے لی مگر اسے نبھایا نہیں، یہ بات نوع انسانی کے اکثر افراد کے لحاظ سے فرمائی گئی ہے جنہوں نے اپنی فطرت سلیمہ یا ذمہ داری قبول کرنے کے تقاضے پر عمل نہیں کیا۔ (روح المعانی، اشرف المصنفین)

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ امانت سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرائض و احکام شرعیہ ہیں۔ نماز، روزہ وغیرہ بھی امانت کے تحت آتے ہیں تو ان سب کا خیال رکھنا اور ان کی بروقت ادائیگی امانت داری کہلائے گی اور ایسے ہی امانت دار لوگوں کو کامیاب اور جنت الفردوس کے وارث قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ هُمْ لَا مَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (مومنون ۸)

”جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرتے ہیں“

اور ظاہر ہے کہ جو شخص الہی امانتوں کی اور لوگوں کی امانتوں کی حفاظت نہیں کرتا وہ ایسے فاجر المرام اللہ کے محبوب بندوں کے مقام کو نہیں پاسکتا، بلکہ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (مسند احمد ۱۳۵/۲)

”اس کا کوئی ایمان نہیں جس کے اندر امانت کی پاسداری نہیں اور اس

کا کوئی دین نہیں جس کے اندر عبد کی پابندی کا احساس نہیں۔“



امانت کی تلاش

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ ، حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ ، ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ : يَنَامُ الرَّجُلُ النُّومَةَ فَتَقْبِضُ فَيَبْقَى أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرِ دَخَرَتْهُ عَلَى رَجُلِكَ فَتَقْبِضُ ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْئٌ ، فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ فَلَا يَكَادُ أَحَدُهُمْ يُودِي الْأَمَانَةَ فَيَقَالُ : إِنَّ فِي بَنِي فَلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَى زَمَانٍ وَمَا أَبَالَى أَيْكُمْ بَا يَعْتُ لَنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَى سَاعِيهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا أَبَايَعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا (بخاری، باب رفع الامانة، کتاب الرقاق)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے (امانت سے متعلق) دو حدیثیں بیان کیں ایک (کی سچائی) تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں، اور دوسری کا انتظار ہے، پہلی حدیث یہ بیان کی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ پر اتری، پھر انہوں نے قرآن اور سنت سے اس کا حکم

بخوبی جان لیا اور دوسری (حدیث) امانت کے اٹھ جانے کے متعلق ہمیں بیان فرمائی کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی اور اس کا ہلکا سا نشان باقی رہ جائے گا پھر سوئے گا تو امانت کا باقی حصہ بھی اٹھالیا جائے گا اور آبلے جیسا نشان باقی رہ جائے گا جیسے ایک انگارہ جسے آپ اگر پاؤں پر لڑھکائیں تو کھال پھول جانے کی وجہ سے ابھرا ہوا نظر آئے گا۔

حالانکہ اس کے اندر کچھ بھی نہیں وَفِي رِوَايَةِ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ أَخَذَ حَصَاةً فَذَخَرَهَا عَلَى رِجْلِهِ اور پھر آپ نے ایک کنکری لے کر اپنے پاؤں پر لڑھکائی اور فرمایا لوگ صبح کو خرید و فروخت کریں گے مگر کوئی امانت کا ادا کرنے والا نہیں ہوگا (امانت دار کا اتنا قحط ہو جائے گا کہ) لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلے اور خاندان میں ایک آدمی امانت دار ہے اور یہاں تک کہ ایک شخص کو کہیں گے کہ وہ کتنا عقل مند، کتنا خوش مزاج اور کتنا بہادر ہے (یعنی اس کی تعریف کریں گے) حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے اوپر ایک زمانہ گزر چکا ہے کہ کسی کے ساتھ خرید و فروخت کرنے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام اسے میرا حق دلا دیتا اور جو نصرانی (یا یہودی) ہوتا تو اس کا حاکم اس سے میرا حق دلا دیتا۔ لیکن آج کے دن تو میں فلاں فلاں کے ساتھ ہی تجارت کرتا ہوں۔“

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کو لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتارا ہے اور امانت کی ادائیگی اور پاسداری کا تصور انسان کی

فطرت میں موجود ہے یعنی ہر انسان کا ضمیر (اگر زندہ ہے تو) اس کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ کسی کی امانت دبا لینا اور ہڑپ کر جانا گناہ اور ظلم ہے اور اسے واپس کرنا نیکی ہے اور عین عدل و انصاف ہے۔

امانت کی اہمیت اور عظمت ایک تو انسان کی فطرت میں موجو ہے جس کی وجہ سے انسان امانت کے تقاضوں پر آسانی سے عمل کر سکتا ہے اور پھر اس کی اہمیت و عظمت کو قرآن وحدیث میں بھی بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی ادائیگی سے متعلق تاکیدی احکام ذکر کئے گئے ہیں اور امانت کو ضائع کرنے پر وعید شدید اور اس کی حفاظت و ادائیگی پر اجر و ثواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا ہر انسان کو دوسروں میں امانت داری تلاش کرنے کی بجائے خود اپنے آپ سے امانت داری کا ثبوت پیش کرنا چاہئے۔

آج ہر کوئی دوسرے کو امانت دارد کیونے کا خواہش مند ہے اور اس سے امانت داری کی امید لگائے بیٹھا ہے مگر خود امانت داری اور دیانت داری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ فِي كُلِّ شَيْءٍ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

www.KitaboSunnat.com



مصنف کی دیگر تصانیف

آیۃ الکرسی کی زبان

امانت کی تلاش

رضائے مصطفیٰ کی تلاش

راہِ نجات (تفسیر سورہ عصر)

اسبابِ سعادت (ترجمہ)

اسبابِ رزق (ترجمہ)

کون جیتا کون ہارا

جنت میں رشتہ داروں کا ساتھ

اخلاص، احسان (ترجمہ)

منصبِ نبوت، اخلاقِ نبوی ﷺ

تحفہ نحو ترجمہ التحفة السنیّة

مکتبہ نور نبوت

گلی نمبر 3 مین بازار نشاط آباد فیصل آباد

فون: 750565

نشاط

سٹوئیس اینڈ بیکریز

چوک نشاط آباد فیصل آباد

NISHAT

SWEET & BAKERS

CHOWK NISHAT ABAD FAISALABAD. PH:760373

مکتبہ دارالہندی

شیخ ہندی مارکیٹ بھائی گیٹ لاہور